ثانی اثنین

یعنی خلیفۂ اول حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر
و جامع حالات زندگی

مصنفہ

سند الوقت مولنا مولوی محمد عبد الحلیم صاحب شرر ایڈیٹر دلگداز

جسکو

حکیم محمد سراج الحق صاحب منیجر دلگداز نے

۱۹۲۵ء مین

دلگداز پریس واقع کٹرہ بزن بیگخان لکھنؤ مین چھپوا کر
شائع کیا

ہوسکے اُنکی زندگی چاہے کتنی ہی مظلومی سے ختم ہوئی ہو مسلمانوں کے لیے باعث ناز سرمایۂ افتخار۔ اور سچی مسرت و شادمانی کا موجب ہے۔

اسی خیال سے مین چاہتا ہون کہ یہ مبارک دن جس طرح حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ خصوصیت رکھتا ہے اسی طرح مین اسے آپ کی یاد۔ اور آپ کے فضائل و مناقب کے بیان سے تازہ اور زندہ کردون۔ اور اپنے احباب کے سامنے ایک ایسی مبارک اور سراپا برکت زندگی کو پیش کرون جو ہم مسلمانوں کے لیے فلاح دارین اور دینی و قومی خدمت کا مکمل ترین نمونہ ہے۔

ولادت سرور عالم رسول خدا صلعم کے دو برس چند ماہ بعد یعنی سنہ ولادت محمدی اور سنہ ۵۷۲ء مین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مکۂ معظمہ میں پیدا ہوئے۔ والد عثمان ابی قحافہ۔ بن عامر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ بن کعب بن لوی تھے۔ لہذا جس طرح حضرت رسول خدا صلعم کا نسب ساتوین پشت مین مُرہ تک پہونچتا ہے اُسی طرح حضرت صدیق کا نسب بھی ساتوین پشت مین مُرہ سے جا ملا ہے۔ اور دونون بزرگ ایک ہی دادا مرہ بن کعب کی اولاد ہین۔

حضرت صدیق کی والدۂ محترمہ کا نام سلمیٰ بنت صخر بن عامر تھا جو شوہر کے چچا کی بیٹی اور بھتیجے ہی کی لڑکی تھین۔ اُن کی کنیت اُم الخیر تھی۔ اُن کے بچے زندہ نہ بچتے تھے۔ جناب صدیق اکبر پیدا ہوئے تو گود مین اُٹھا کر خانہ کعبہ میں لے گئین اور حضرت رب العزت کی درگاہ مین سر جھکا کے دعا فرمائی کہ "خداوندا۔ یہ بچہ موت سے عتیق (آزاد) رہے" یعنی اسے زندہ بچا دے۔ یہ دعا قبول ہوئی۔ خدا نے بچے کو اپنی امان مین لے کر پروان چڑھایا۔ اور اسی دن سے عتیق آپ کا لقب ہوگیا۔ جس کی زمانۂ مابعد مین دربار رسالت سے اس طرح تائید و تقویۃ ہوئی کہ "آپ نار دوزخ سے عتیق" یعنی عذاب الٰہی سے محفوظ ہین۔

غالباً اسی منت مراد اور اسی دعا کی مناسبت سے ماں باپ نے آپ کا نام "عبد الکعبہ" رکھ دیا تھا۔ جب بڑے ہوئے اور ایمان لائے تو رسول اللہ صلعم نے اس مشرکانہ نام کو بدل کے "عبد اللہ" نام رکھ دیا۔ اور اسی نام کی شہرت ہوئی۔

اس سے بھی بڑھ کے آپ کی کنیت "ابوبکر" مشہور ہوئی - اور سب سے زیادہ مقبول اور عام پسند آپ کا خطاب "صدیق" ثابت ہوا جو سب سے پہلے ایمان لانے اور بلا پس وپیش توحید کے قبول کر لینے کے باعث آپ کو دربار نبوت سے عطا ہوا تھا -

آپ کا نشو و نما خاص سواد مکہ مین ہوا - اور خاک بطحی پر کھیل کود کر بڑے ہوے - گھر سے خدا نے دولتمند کیا تھا - تجارت اختیار کی - اور بجز تجارت کی ضرورت کے کبھی محترم وطن مالوف کے باہر قدم نہ نکالا - رسول خدا صلعم سے بچپن کی دوستی تھی - اور اکثر ساتھ رہتا - ایکبار جبکہ رسول خدا صلعم کی عمر ۲۰ سال کی اور آپ کی ۱۸ سال کی تھی تجارت کے لیے دونون صاحبون نے ایک ساتھ ملک شام کا سفر کیا - سرحد شام مین داخل ہونے کے بعد ایک روز رسول خدا صلعم ایک بیری کے سایے مین ٹھہرے - اور حضرت صدیق کسی ضرورت سے وہان کے مشہور راہب بحیرا کے پاس گئے - اُس نے درخت کی طرف اشارہ کرکے پوچھا "اس بیری کے نیچے کون ہے؟" آپ نے بتایا کہ "یہ محمد بن عبداللہ ہین" - اُس نے کہا "یہ یقیناً پیغمبر ہین" - اس لیے کہ اس درخت کے نیچے ہماری روایتون سے یا تو حضرت مسیح ٹھہرے تھے یا نبی آخرالزمان ٹھہرین گے" - اُس کی یہ بشارت سنتے ہی آپ بعثت سے بیس سال پیشتر رسالت محمدی پر ایمان لے آئے - اور سابق الاسلام تسلیم کیے گئے -

آپ کو خدا نے فطرۃً نرم دل اور بنی نوع انسان کا ہمدرد پیدا کیا تھا - طبیعت مین مروت تھی - دل دردمندی اور خوف الٰہی سے بھرا ہوا تھا - کبھی کسی کی مصیبت کو نہ دیکھ سکتے - جہان تک بنتا خدا ترسی و فیاضی سے کام لیتے - لوگون کے ساتھ نیکی اور بھلائی سے پیش آتے - جود و کرم کا جوہر دکھا کے غریبون کی خبرگیری کرتے - محتاجون کا پیٹ بھرتے - اور مظلوم غلامون کو مول لے لے کر آزاد کرتے -

پدر بزرگوار نے جو یہ حال دیکھا کہ اکثر کمزور و ناتوان اور ازکار رفتہ غلامون کو مول لے لے کر آزاد کر دیا کرتے ہین تو کہا "ایسے بیکار غلامون پر روپیہ ضائع کرنے سے کیا حاصل؟ کاش تم ایسے جوان اور توانا و تندرست غلامون

اور بڑے پیمانے پر تجارت فرماتے تھے۔ انھین مقصدون سے اکثر معززین قریش آپ سے ملتے رہتے اور آپ کے یہان آمدورفت رکھتے۔ آپ نے ایمان لاتے ہی معمول کرلیا کہ عمائدین سے جو ملنے کو آتا اُس پر اگر اطمینان اور بھروسا ہوتا تو اُسے توحید کا شوق دلاتے اور دین اسلام کی طرف مائل کرتے۔ انھین کوششون کی برکت سے پانچ عمائد قریش یعنی حضرت عثمان بن عفان، حضرت زبیر بن عوام، حضرت عبدالرحمن بن عوف۔ حضرت سعد ابن ابی وقاص۔ اور حضرت طلحہ بن عبید اللہ سچے دل سے مسلمان ہوگئے۔ حضرت صدیق نے جب اطمینان کرلیا کہ یہ حضرات سچے دل سے مسلمان ہوے ہین تو انھین لیکر بارگاہ نبوت مین حاضر ہوے۔ آپ کے سامنے اُن سے توحید و رسالت کا اعتراف کرایا۔ اور انھون نے جناب رسالتمآب صلعم کے مبارک ہاتھون پر بیعت اسلام کی۔ نمازین ادا کین۔ اور برگزیدۂ دین بن گئے۔ یہی بزرگان امت "سابقین اسلام" کہلاتے ہیں۔ اور یہ سب حضرت صدیق کی کوششوں کی بزرگ ترین برکتین اور نعمتین ہین۔

ان بزرگون کے ایمان لاتے ہی رسالت محمدی کی شہرت ہوئی۔ اور مکے کے گھرون مین آپ کی بعثت کا چرچا ہونے لگا۔ ایک طرف زبردست دشمن مخالفت کے لیے اُٹھ کھڑے ہوے۔ اور دوسری طرف ایمان لانے والون کی تعداد بڑھنے لگی۔ مگر تین سال تک دشمنون اور مخالفون کا اس قدر دھڑکا لگا رہتا کہ مخفی طور پر خاص خاص لوگون کو تلقین دین کی جاتی۔ اور توحید کا نعرہ بالاعلان ہرگز نہ بلند کیا جا سکتا۔ ایمان لانے والے خانۂ کعبہ مین نماز بھی نہ ادا کر سکتے۔ خدا پرستی کی غرض سے آبادی کے باہر پہاڑون کے سنّاٹے مین نکل جاتے اور وہین فریضۂ نماز ادا کرکے گھرون مین واپس آتے۔

عہد اولین بعثت کے یہ دلدادگان نبوت ایک دن ایک گھاٹی مین نماز پڑھ رہے تھے کہ مشرکون کا ایک گروہ آپہونچا۔ جن لوگون نے دیکھتے ہی غل مچایا۔ گالیان دین۔ اور بھڑ پڑے۔ مسلمانون کو بھی جان بچانے کے لیے لڑنا پڑا۔ اور حضرت سعد نے اونٹ کے جبڑے کی ہڈی ایک مشرک کو اس زور سے ماری کہ وہ زخمی ہوگیا۔ بس یہی وقت ہے جب سے دین کے لیے مار دھاڑ شروع ہوئی۔

اب عام مشرکین قریش کی تنبیہ کے لیے مصلحت خداوندی یہ ہوئی کہ عوام پر افشاے توحید کرنے سے پہلے آپ اپنے عزیزوں اور خاص قرابت داروں کو ایک دعوت میں جمع کر کے اُنھیں بالاعلان خدا کا پیام پہونچا دیں۔ یہ کارروائی عمل میں آئی۔ خاندان والوں میں سے کوئی ایمان تو شاذ و نادر ہی لایا مگر اتنا فائدہ ضرور حاصل ہوا کہ آپ کے چچا ابوطالب اور اُنکے ساتھ تمام بنی ہاشم آپ کی مدد اور حمایت پر آمادہ ہوگئے۔ لیکن اسی گھڑی سے ابوجہل۔ ابولہب اور سارے قریش آپ کی دشمنی و اذیت رسانی میں مشغول ہوگئے۔ اور کوشش کرنے لگے کہ شمع رسالت کو گل کر دیں۔

ان دشمنان دین کی مخالفت جب زیادہ بڑھی اور حضور سرور عالم پر طرح طرح کے ظلم ہونے لگے تو ایک دن مشرکوں نے آپ کو نرغے میں لے لیا۔ گلے میں چادر ڈال کے اپنی طرف کھینچنے اور اینٹھنے لگے کہ گلا گھٹ جائے۔ حضرت صدیق نے دور سے یہ حالت دیکھی تو بیتاب و بیقرار دوڑے۔ کافروں کو ہٹاتے اور ڈھکیلتے ہوے قریب پہونچے۔ آپ کو کافروں کے دست ستم سے چھڑایا۔ اور رو رو کر کہنے لگے "ارے کیا اُس شخص کو مار ڈالوگے جو خداے وحدہٗ لاشریک کا قائل ہے؟" کفار رسول اللہ صلعم کو چھوڑ کر آپ پر پل پڑے۔ اور اتنا مارا کہ سر پھٹ گیا۔ مگر آپ پٹتے جاتے تھے اور یہ کلمۂ شکر و خلت زبان مبارک پر تھا "تبارکت یاذاالجلال و الاکرام" (یعنی او عظمت و جلال والے تو بڑا برکت والا ہے۔)

اسی زمانے میں جب آزاد و ذی حیثیت ایمان لانے والوں پر مشرکون کا زور نہ چلا تو اپنے ماتحتوں، مسلمان غلاموں اور کمزور و بے کس ایمانداروں پر طرح طرح کے ظلم کرنے لگے۔ اور انھیں سخت ترین عذابوں میں مبتلا کیا۔ حضرت ابوبکر صدیق سے جہاں تک بنا ایسے مظلوموں کی اعانت کی اور اپنی دولت کا بہت بڑا حصہ انھیں کی ہمدردی میں صرف کر دیا۔

ان مظلوموں میں ایک حضرت بلال تھے۔ جو اُمیہ بن خلف جمحی کے قبضے میں تھے۔ وہ چلچلاتی دھوپ میں اُنھیں جلتی بھوبل پر چت لٹاتا اور سینے پر ایک تپتا ہوا بھاری پتھر رکھ دیتا۔ اس عذاب کی تکلیف سے وہ چلاتے "احد۔ احد!!" اور وہ کہتا "جب تک محمد سے بیزاری ظاہر کر کے لات و عزیٰ کا کلمہ نہ پڑھوگے چلتے

مرجاؤ مین تمھین نہ چھوڑون گا" حضرت صدیق نے یہ حالت دیکھی تو دل اختیار سے باہر ہوگیا - اُمیہ سے کہا "تمھین ترس نہین آتا؟ اور خدا سے نہین ڈرتے؟" اُس نے کہا "تمھین نے تو اسے خراب کیا ہے" آپ نے فرمایا "اچھا میرے پاس ایک اچھا مضبوط اور موٹا تازہ غلام موجود ہے جو تمھارے ہی دین پر ہے - اُسکو لے لو - اور یہ غریب غلام مجھے دیدالو" اُس نے قبول کیا - آپ فوراً اپنا وہ غلام دے کر بلال کو اپنے گھر لائے - اور آزاد کردیا - پھر اسکے بعد بلال کا جو مرتبہ ہوا سب پر ظاہر ہے -

انھین مظلومون مین ایک عامر بن فہیرہ تھے جو طفیل بن عبداللہ ازدی کے غلام تھے - طفیل اُن پر طرح طرح کے ظلم کرتے - اور مارتے پیٹتے - مگر وہ اسلام کو نہ چھوڑتے - حضرت ابوبکر کو اُنکے حال پر بھی رحم آیا - پورے دام دے کر انھین خریدا اور آزاد کردیا - مگر آزاد ہونے پر بھی اُنھون نے اپنے مربی و محسن کے دامن کو نہ چھوڑا - چنانچہ حضرت صدیق کے مویشیون کو چرایا کرتے - اور جب آپ غار ثور مین تشریف لے گئے ہین تو یہی حضرت صدیق کے مویشی لے جا کر رات کو دودھ پہونچایا کرتے -

انھین ستم زدون مین ابوفکیہہ تھے - اُمیہ بن خلف اُنکے پاؤن مین رسّی باندھ کر کھینچتا ہوا جلتی پھوبھل پر لے گیا - پڑے جھلس رہے تھے کہ جعل نام ایک شخص آگیا - اُمیہ نے اُسکی طرف اشارہ کرکے ابوفکیہہ سے پوچھا "یہ تمھارا خدا ہے کہ نہین؟" جواب دیا "میرا تمھارا اور ان کا تینون کا پروردگار وہ خدا ہے وحدہٗ لاشریک ہے" یہ سنتے ہی اُمیہ نے نہایت سختی سے گلا گھونٹا - اُمیہ کا بھائی اُبیّ کھڑا یہ تماشا دیکھتا تھا اور بار بار کہتا تھا "ہان اور زور سے - ہان اور زور سے جب تک محمد آکر اپنے جادو کے زور سے نہ چھڑائین نہ چھوڑنا" اُمیہ نے بھائی کے بڑھاوے سُن سُن کر یہان تک گلا گھونٹا کہ دونون کو اُن غریب کے مرجانے کا یقین ہوگیا - اور مُردہ جان کر اُن سے الگ ہوے - مگر تھوڑی دیر کے بعد دیکھا تو ابھی سانس باقی تھی - پھر چور کرنے کا ارادہ کیا تھا کہ حضرت صدیق اُدھر سے گذرے - ابوفکیہہ کی مظلومی دیکھ کر دل پاش پاش ہوگیا - اور انھین اُن ظالمون سے خرید کر آزاد کیا -

انھین جفاکشان اسلام مین بنی مؤمل بن حبیب یعنی حضرت عمر کے گھرانے کی

[illegible]

اُس پر جور و تشدد کرتے اور جب مارتے مارتے بے دم کر دیتے تو دم لینے کو چھوڑ دیتے اور کہتے "جب تک تجھے عاجز نہ کر دوں گا نہ چھوڑوں گا" وہ جواب دیتی "اگر تم اسلام نہ لائے تو خدا تمھارے ساتھ بھی ایسا ہی سلوک کرے گا"۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کو اُسکی مظلومی پر بھی ترس آیا اور مول لے کر آزاد کر دیا۔

انھیں آفت کے مبتلاؤں میں ایک زُنیرہ تھی جس کی نسبت بعض لوگوں کا بیان ہے کہ بنی عدی کی لونڈی تھی۔ حضرت عمرؓ اُس پر جور و تشدد کرتے تھے۔ اور بعض اہل سیر کہتے ہیں کہ بنی مخزوم کی لونڈی تھی ابوجہل اُس پر ظلم کرتا تھا۔ وہ بیچاری اس قدر ستائی اور ماری پیٹی گئی کہ غریب کی دونوں آنکھیں جاتی رہیں۔ ابوجہل یہ دیکھ کر بولا "اب تو تجھ پر لات و عزیٰ کی مار پڑی؟" اُس نے کہا "لات و عزیٰ کو تو اپنے پُوجنے والوں کی بھی خبر نہیں۔ یہ تو تقدیر آسمانی ہے۔ اور خدا کی قدرت سے ممکن ہے کہ چاہے تو پھر مجھے دونوں آنکھیں دے دے"۔ خدا کی قدرت۔ ایسا ہی ہوا۔ صبح کو اُٹھی تو دونوں آنکھیں روشن تھیں۔ قریش نے کہنا شروع کیا کہ "یہ بھی محمد کا جادو ہے"۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے اس نیک بیوی کو بھی خرید کے آزاد فرمایا۔

انھیں ظلم کے ستائے ہوؤں میں ایک بنی نہد کی لونڈی نہدیہ تھی جو بنی عبدالدار کی ایک عورت کے قبضے میں تھی۔ وہ عورت اُس پر سختیاں کرتی اور کہتی "محمد کے یاروں میں سے کسی نے تجھے خرید لیا تو خیر۔ ورنہ میں تجھے ہرگز ظلم و تعذیب سے نجات نہ دوں گی"۔ یہ حضرت ابوبکر صدیق نے سُنا تو اس بیکس عورت کو بھی مول لے کر آزاد کر دیا۔

ایک مظلومہ مومنہ اُمِ عُبیس بنی زہرہ کی لونڈی تھی۔ اور اسود بن عبد یغوث اُس کو طرح طرح کے مظالم میں مبتلا کیے ہوے تھا۔ حضرت صدیق نے اسکو بھی مول لے کر آزاد فرمایا۔

جس وقت حضرت ابوبکر صدیق ایمان لائے ہیں اُس وقت آپ کے پاس چالیس ہزار درہم کی معتدبہ رقم موجود تھی۔ اُس کا زیادہ تر حصہ اشاعت

[illegible]

چھ ہزار درہم باقی تھے جو آپ کے اور حضرت رسالت کے سفر ہجرت مین خرچ ہوے۔

حضرت سرور عالم اپنی قوم کے ہاتھون طرح طرح کی مصیبتون مین مبتلا تھے کہ ناگاہ نئی آفتون سے سابقہ پڑا۔ ایک طرف آپ کے حامی و مربی اور باثر پناہ دینے والے عم محترم حضرت ابو طالب نے سفر آخرت کیا۔ اور دوسری طرف آپ کی تسلی دینے اور تشفی کرنے والی انیس زندگی حضرت اُم المومنین خدیجہ آپ کو مبتلاے غم و الم چھوڑ کر جنت کو سدھارین۔ اور آپ کی یہ حالت ہوگئی کہ نہ گھر مین دل لگتا نہ باہر نہ اندر کوئی انیس و مونس تھا نہ باہر کوئی حامی و مددگار۔ اس حالت مین آپ نے حضرت صدیق کو اُنکی صاحبزادی جناب عائشہؓ کے لیے پیام دیا۔ حضرت عائشہ اگرچہ ابھی چھ سات سال کی بچی تھین مگر حضرت صدیق نے بغیر اس کے کہ ذرا بھی تامل فرمائین کمسن بیٹی کو آپ کے عقد مین دے دیا۔ لیکن چونکہ وہ ہنوز مقدس و محترم شوہر کے گھر مین آنے کے قابل نہ تھین اس لیے چندہی روز بعد آپ نے حضرت ام المومنین سودہ بنت زمعہ سے عقد کر لیا جو بیوہ تھین اور انیس و مونس بن سکتی تھین۔

باوجودیکہ راہ مین مشرکین ستاتے اور اذیتین پہونچاتے۔ مگر حضور رسالتمآب صلعم کا یہ معمول کبھی نہ چھوٹتا کہ ہر روز بلاناغہ صبح و شام حضرت صدیق کے گھر مین تشریف لے جاتے۔ اُن دنون یہی اکیلا ایک گھر تھا جس مین آپ کے مبتلاے اندوہ دل کو تسلی ہو جاتی۔

اب کافرون کے جور و تشدد کی یہان تک نوبت پہونچی کہ آزاد اور شریف و معزز مسلمان بھی مکہ سے بھاگنے اور سمندر پار جا کر ارض حبشہ مین پناہ لینے لگے جہان کا تاجدار نجاشی عدالت گستر و غریب نواز تھا۔ اور اُس کی قلمرو مین مصیبت زدون کو پناہ اور امان مل جاتی۔ رسول خدا صلعم کے داماد حضرت عثمان مع اپنی محترم بیوی حضرت رقیہ کے اور آپ کے ابن عم حضرت جعفر بن ابی طالب بھی جوار حرم کو چھوڑ کر حبشہ مین چلے گئے۔ اور اور بہت سے مسلمانون نے بھی اُدھر کی راہ لی تو جو گنتی کے چند مسلمان مکے مین باقی تھے اُن پر مشرکون کے ہاتھ سے زیادہ ظلم و جور ہونے لگا۔ اہل اسلام پر دنیا تنگ تھی۔ آخر جفا پیشہ و بے رحمت کافرون نے

چھوڑ دی۔ وطن کو خیرباد کہی اور ملک حبش کے ارادہ سے چل کھڑے ہوے۔
مکۂ معظمہ سے قریب ایک مقام ہے برک الغماد وہان تک پہونچے تھے کہ قبیلۂ قارہ کا سردار ابن دغنہ ملا۔ اور پوچھا "ابوبکر کہان کا ارادہ ہے؟" فرمایا "میری قوم نے مجھے گھر سے نکال دیا۔ خدا کی زمین وسیع ہے۔ جاتا ہون کہ جہان آزادی پاؤن اطمینان سے بیٹھ کر خدا کی عبادت کیا کرون۔" اُس نے افسوس کے ساتھ کہا "جس شخص مین تمھاری سی خوبیان ہون اُس سے تو ملک کو خالی نہ ہونا چاہیے۔ تم غریب کی حاجت روائی کرتے۔ بھائی کو بھائی سے ملاتے۔ مصیبت زدون کی مصیبت دُور کرتے۔ غریب الوطن مسکینون کو کھلاتے۔ اور وقت پڑے پر لوگون کے کام آتے ہو۔ چلو مین تمھاری ضمانت کر کے تمھین اپنی کفالت مین لیے لیتا ہون۔ گھر مین آزادی سے خدا کی عبادت کرنا۔ کوئی مزاحم نہ ہوگا۔" اُس نے جو اطمینان دلایا تو آپ اُسکے ساتھ گھر مین پلٹ آئے۔ اور اُس نے شرفا و اکابر قریش مین جا کر سب کو ملامت کی کہ "ابوبکر سے ایسے نیک نفس شخص کو اپنے شہر سے نکالے دیتے ہو؟" اسی سلسلہ مین اُس نے آپ کی تمام خوبیان بیان کین اور کہا "مین اُن کا ضامن و کفیل ہون۔ اور جو اُن سے بولے گا میرا دشمن ہے۔" سب نے اُس کی کفالت منظور کی۔ اور آپ اپنے گھر مین بیٹھ کر نماز پڑھنے اور قرآن کی تلاوت مین مشغول ہوے۔ آزادی تھی کہ جب تک چاہین تلاوت و عبادت کرین کوئی مزاحم نہ ہوگا۔ مگر کفار نے یہ شرط کر لی تھی کہ [illegible] توحید کی تبلیغ یہ اعلان نہ کرین۔ اور اپنی اشاعت اسلام سے [illegible]

ابن دغنہ کی اس کفالت کے بعد حضرت صدیق چند روز تک تو گھر کے اندر عبادت و تلاوت فرماتے رہے۔ پھر اپنے مکان کے سامنے میدان مین ایک مسجد بنا لی۔ یہی مسجد ہے جو اسلام مین سب سے پہلے تعمیر ہوئی۔ اب آپ اُسی مسجد مین [illegible] فرماتے اور اکثر تلاوت قرآن کیا کرتے۔ نہایت ہی رقیق القلب بزرگ تھے۔ دل خوف الٰہی سے لبریز تھا۔ اور آواز بہت ہی نرم دلکش اور موثر پائی تھی۔ تلاوت شروع کرتے ہی آنکھون سے آنسو جاری ہو جاتے۔ موثر آواز۔ دل کھینچنے والے لہجے مین آہ و زاری اور خشوع و خضوع کے ساتھ قرآن پڑھتے تو جو سنتا گرویدہ ہو جاتا

[illegible]

رہتی - عورتین اور لڑکے اس تلاوت وحق پرستی کا نہایت ہی گہرا نقش اپنے
دلون پر لیجاتے - اور توحید کے فریفتہ ہو جاتے -

یہ حالت دیکھکر مشرکین کو اندیشہ ہوا کہ ہماری عورتین اور ہمارے لڑکے
ہمارے ہاتھ سے نہ جاتے رہین - ابن دغنہ کو بُلا کے کہا "ہم نے ابوبکر کو تمھاری
ضمانت وکفالت پر اس شرط سے چھوڑا اور مکّے مین رہنے دیا کہ گھر کے اندر بیٹھکر
عبادت وتلاوت کیا کرین - مگر اُنھون نے مسجد بنالی جس مین بیٹھکر با لاعلان عبادت
وتلاوت کرتے ہین - اُن کے اس طرز عمل سے اندیشہ ہے کہ ہماری عورتین اور لڑکے
نہ بہک جائین - لہذا اُن سے جاکر کہو کہ یہ طریقہ بدلین - اور اپنے گھر کے اندر بیٹھکر
چُھپکے سے عبادت وتلاوت کرلیا کرین - اسکو اگر وہ نہ مانین تو تم اپنی کفالت وضمانت
کو فسخ کردو - ہمین ایک طرف تو تمھاری کفالت کا توڑنا اچھا نہین معلوم ہوتا -
دوسری طرف یہ بھی نہین گوارا ہے کہ ابوبکر یون علانیہ اپنے دین کی اشاعت کیا
کرین" ابن دغنہ فوراً آپ کے پاس آیا - اور جو کچھ مشرکین نے کہا تھا اُس کا
اعادہ کرکے آپ کو اپنی ضمانت وکفالت کے فسخ کرنے کی دھمکی دی - آپ نے سنتے ہی
کمال جان بازی وآزادی سے فرمایا "مجھے تمھاری ضمانت وکفالت کی ضرورت نہین -
میرے لیے خدا ورسول کی ضمانت کافی ہے"

اس کفالت کے منسوخ ہوجانے کے بعد حضرت صدیق کے لیے ہر طرف سے خطرہ
ہی خطرہ تھا - مگر رسول خدا صلعم کی رفاقت کسی طرح چھوڑی نہ جاتی - اس زمانے مین
بعض اہل یثرب مدینہ ایمان لاچکے تھے - وہ مسلمانون کو اپنی بستی مین پناہ دینے کا وعدہ
کرتے تھے - اور آخر حضرت رسول اکرم نے بھی مکّے کے ستمکش مسلمانون سے فرمادیا تھا کہ
تمھارا دار الہجرت یثرب ہے - یعنی اگر مکّے مین رہنا دشوار ہو تو یثرب مین چلے جاؤ -
بارگاہ نبوت سے اجازت ملتے ہی مسلمان مکّے سے اُدھر کا رُخ کردیا - بہت سے
لوگ گھر بار چھوڑ چھوڑ کے چلے گئے - اور جو حضرات حبش مین گئے ہوے تھے وہ بھی
خاک عرب پر ایک امان کی جگہ سُن کر واپس آنے لگے -

حضرت صدیق اکبر نے جو دیکھا کہ مکّہ میرے لیے کوئی پناہ کی جگہ نہین ہے تو سفر مدینہ

ٹھہرو ابھی تم فرمایا تو ہوا معلوم کو صلعم کریم رسول حضرت ۔ لگے کرنے تیاریاں کی
شاید بارگاہ الٰہی سے مجھے بھی یثرب جانے کی اجازت مل جائے"۔ عرض کیا" یا
رسول اللہ۔ میرے ماں باپ فدا ہوں کیا ایسی اُمید ہے؟" ارشاد ہوا "ہاں ہے"۔
یہ سنتے ہی خوش ہو گئے۔ اور اگرچہ ہر طرف سے مصیبتوں اور تکلیفوں کا سامنا تھا
مگر آپ کی رفاقت کی آرزو میں رنگ گئے۔ اور اسی اُمید میں دو سواری کے
اونٹوں کو خرید کر گھر میں باندھ لیا۔ اور چار مہینے تک اُنھیں دانہ چارہ دیتے رہے۔
انتظار کی گھڑیاں گن ہی رہے تھے کہ ایک دن خلاف معمول رسول خدا صلعم
اپنے سر کو چادر میں لپیٹے ہوئے ابتدائے ظہر کے وقت تشریف لائے اور پکارا۔
آواز سنتے ہی حضرت صدیق چونک پڑے اور فرمایا" رسول اللہ صلعم کا یہ بے وقت
تشریف لانا بے وجہ نہیں ہے"۔ حضور سرور عالم اجازت لے کر اندر رونق افروز
ہوئے تو فرمایا" ابوبکر۔ سب کو یہاں سے ہٹا دو تو کچھ کہوں"۔ عرض کیا" یہ سب
تو حضور ہی کے ہیں۔ ان سے کیا خطرہ ہو سکتا ہے؟" ارشاد ہوا" تو سنو۔ مجھے مکہ سے
ہجرت کرنے کا حکم مل گیا"۔ ادب کے ساتھ پوچھا" اور میری رفاقت کا بھی؟"
فرمایا" ہاں"۔ اتنا سنتے ہی حضرت صدیق فرط مسرت سے رونے لگے۔

اب حضرت صدیق کے گھر والے سامان سفر درست کرنے میں مصروف ہوئے۔
خود حضرت صدیق نے پانچ چھ ہزار درہم کی جو نقد رقم باقی تھی اُٹھا کے کمر میں باندھی
اور آپ کے مکان کے پچھواڑے ایک کھڑکی تھی اسی میں سے دونوں صاحب
نکل کر کفار کی نظروں سے بچتے ہوئے پاپیادہ جبل ثور کے دامن میں پہونچے۔

راستے بھر یہ حال رہا کہ حضرت صدیق کبھی رسول اللہ صلعم کے پیچھے ہوتے
کبھی آگے نکل جاتے۔ کبھی داہنے بازو پر ہوتے اور کبھی بائیں بازو پر۔ یہ حالت
دیکھ کر حضور سرور عالم نے پوچھا" ابوبکر یہ کیا ہے؟ یہ اضطراب کیسا؟" عرض کیا
"جب جی چاہتا ہے کہ راستے کے کانٹے اور ٹھوکریں مجھی کو لگیں اور حضور محفوظ رہیں
تو آگے بڑھ جاتا ہوں۔ جب اندیشہ ہوتا ہے کہ کوئی پیچھے نہ آتا ہو تو پیچھے ہو
جاتا ہوں۔ اسی طرح داہنے بائیں سے کسی کے آپڑنے کا خطرہ ہوتا ہے تو داہنے
بائیں بازو پر ہو جاتا ہوں"۔

دونون صاحب پاپیادہ تھے۔ اور اُنگلیون کے بھل چل رہے تھے تاکہ کسی کو نقش قدم کا سراغ لگانے کا موقع نہ ملے۔ سنگلاخ زمین پر برہنہ پا چلنے سے حضور سرور عالم کے پانون زخمی ہوگئے اور اُن سے خون جاری ہوا۔

جبل ثور کی لبندی پر ایک غار تھا۔ اُس مین دونون صاحبون نے چھپ رہنے کا ارادہ کیا۔ حضرت صدیق رسول خدا صلعم کو باہر ٹھہرا کر اندر گئے۔ زمین کو جھاڑا۔ صاف کیا۔ جا بجا سوراخ نظر آئے۔ اپنے کپڑے پھاڑ پھاڑ کر سب بلون کو بند کیا۔ ایک باقی تھا اُس مین پانون اَڑا دیا اور آپ کو اندر بلایا۔ اندر تشریف لیجا کر آپ حضرت صدیق کے زانو پر سر رکھ کر لیٹ گئے۔ ایک سانپ اُس بل مین موجود تھا جس کو جناب صدیق کا پانون بند کیے ہوے تھا۔ اُس نے پانون مین کاٹ کھایا۔ اور اُسکے صدمے سے آپ کے آنسو نکل پڑے۔ ایک قطرہ رُخ انور پر گرا تو پوچھا "ابو بکر کیا ہوا؟" کیفیت عرض کی اور آپ نے دست مبارک پھیر کے پانون کو اچھا اور جناب ابو بکر کو اذیت و مضرت سے محفوظ فرما دیا۔

تین روز تک دونون صاحب اُسی غار مین رہے۔ ایک دن مشرکین جو آپ کی تلاش مین سرگردان تھے غار کے دہانے تک آپہونچے۔ غار کے اندر سے حضرت صدیق نے اُن کے پَیر دیکھے اور چُپکے سے عرض کیا "یا رسول اللہ دشمن آگئے"۔ ارشاد ہوا "ڈرو نہین۔ خدا ہمارے ساتھ ہے"۔ خدا پر بھروسا کرنے کی شان بارگاہ صمدیت مین اس درجہ پسندیدہ ثابت ہوئی کہ انھین الفاظ کو خداے تعالیٰ نے قرآن شریف مین اپنی زبان سے ادا فرماکے حضرت صدیق کی رفاقت کی داد دے دی۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے "ثانی اثنین اذ ہما فی الغار اذ یقول لصاحبہ لاتحزن ان اللہ معنا"

حضرت صدیق نے غار ثور کے قیام اور سفر مدینہ کا کل انتظام اس خوبی سے کیا کہ حضور رسالت کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہونے پائی۔ آپ کے صاحبزادے عبد اللہ دن بھر مکے مین رہتے۔ رات کے وقت غار مین آکر مشرکین کے ارادون اور کوششون سے آگاہ کر دیتے۔ آپ کے آزاد شدہ غلام عامر بن فہیرہ دن کو جبل ثور کے آس پاس آپ کی بھیڑین اور بکریان چراتے۔ اندھیرا ہوتے ہی چند بکریون کو غار ثور کے پاس لاکر

دونون صاحبون کو دودھ پلا جاتے - اور بکریاں اُن کے نیچے کی قدم کی نشانی مٹا دیتی تھین -
رات کو آپ کی صاحبزادی حضرت اسماءبھی آجاتین جو کھانے کا بندوبست کرتین -

حضرت صدیق کے گھر سے آنے کے بعد آپ کے نابینا والد ابی قحافہ گھر مین آئے اور اپنی پوتی حضرت اسماء سے کہا " ابوبکر چلے گئے - اور تمھین افلاس و مصیبت مین ڈال گئے - کیونکہ جو کچھ جمع تھا سب اپنے ساتھ لے گئے " صابر و قانع پوتی نے کہا " نہین وہ ہمارے لیے بہت کچھ چھوڑ گئے ہین " پھر دادا کو اطمینان دلانے کے لیے جس جگہ حضرت ابوبکر اپنی جمع رکھا کرتے تھے وہان سنگریزون پہ چادر ڈال کے ان کا ہاتھ رکھوایا - انھون نے ٹٹول کے دیکھا اور بولے " ہان تو اب کوئی اندیشے کی بات نہین ہے "

اس کے بعد کفار کے ایک گروہ نے جو رسول صلعم اور حضرت صدیق کو ڈھونڈ رہے تھے دروازے پر ہجوم کیا - حضرت اسماء نکل کے گئین تو سب نے کہا " بتاؤ تمھارے باوا کہان ہین " بولین " خدا کی قسم مین نہین جانتی کہ کہان ہین " اس پر ابوجہل نے طیش مین آکر نازک رخسارے پر اس زور سے تھپڑ مارا کہ کان کا گوشوارہ نکل کے دور جا گرا -

جب غار کے اندر دونون صاحبون کو تین دن گذر گئے - کفار آپ کی جستجو مین تھک گئے - اور مایوسی نے اُن کی تلاش کے جوش کو سرد کیا تو چوتھے روز عبداللہ بن اُرَیقط جو رہبری کے لیے ٹھہرالیا گیا تھا دونون سواری کے اونٹون کو لیکر غار پر حاضر ہوا - رخصت کرنے کے لیے حضرت اسماء بھی تشریف لے آئین - جنھون نے توشۂ سفر تیار کرکے دسترخوان مین باندھا - اور اسکو اونٹ کے کجاوے مین باندھنا چاہا تو کوئی رسی موجود نہ تھی - فوراً اپنی کمر کی پیٹی کو کھول کے بیچ سے چیرا - دو دھجیان کین - ایک سے اپنی ازار باندھی اور دوسری سے کھانے کی پوٹلی کو اونٹ کے کجاوے مین باندھا اور اس ایثار کے صلے مین بارگاہِ رسالت سے " ذات النطاقین " کا محترم خطاب عطا ہوا -

سوار ہونے کا وقت آیا تو حضرت ابوبکر نے دونون اونٹون مین سے جسکو بہتر پایا حضور رسالت کے سامنے پیش کرکے بہ ادب عرض کیا " میرے ماں باپ فدا آپ سوار ہون " ارشاد ہوا " جو اونٹ میرا نہین ہے اُس پر نہ سوار ہون گا " عرض کیا

جناب صدیق نے ”لیا ہے؟“ دیکر اسے قیمت کیا تم نے ”تو فرمایا - یہ حضور ہی کا ہے“
قیمت بتائی اور ارشاد ہوا ”تو اسی قیمت پر مین اسکو تم سے مول لیتا ہون“ عرض
کیا ”حضور کی جو مرضی ہو“ اس جواب پر مطمئن ہو کر آپ سوار ہوے -
خدمت کے لیے حضرت ابوبکر نے اپنے غلام عامر کو اپنے پیچھے بٹھا لیا - عبداللہ
بن اریقط بہ حیثیت راستہ بتانے والون کے آگے ہوا - اور مدینے کی جانب روانہ
ہوگئے - راستے مین معمول تھا کہ جہان منزل ہوتی حضرت پہلے اُتر کے زمین صاف اور
برابر کرتے - اُس پر کچھ بچھاتے - پھر آنحضرت کو شتر مبارک پر سے اُتار کے بٹھاتے -
جب مدینے مین پہونچے ہین تو چونکہ حضرت صدیق کی داڑھی مین اکثر بال سفید
تھے اور چہرے بہرے سے ایک ذی وقار بزرگ نظر آتے تھے - اہل مدینہ کو جو استقبال
کے لیے آئے تھے اُنھین پر حضرت رسالت کا گمان ہوا - اتنے مین جناب رسول اللہ
صلعم پر دھوپ پڑنے لگی - حضرت صدیق نے فوراً اپنی چادر کا سایہ کر کے چتر داری
کی خدمت انجام دی - اور سب کو معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلعم یہ بزرگ ہین - اور
اُسی گھڑی سے جانین فدا کرنے کو تیار ہوئیے -
ہجرت کے پہلے سال بروز دوشنبہ ۱۲ - ربیع الاول کو یہ متبرک و محترم سواری
مدینے کے باہر مقام ”قبا“ مین پہونچی - حضور ابو کلثوم بن ہدم کے گھر مین اُترے - اور
حضرت صدیق خبیب بن اساف کے مہمان ہوے جو مدینے کے قریب مقام ”سنح“
مین رہتے تھے - اسکے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی پا پیادہ سفر کر کے اس حال سے پہونچے کہ
پیرون مین ورم آ گیا تھا - آپ نے دیکھتے ہی گلے سے لگا لیا - اُن کی تکلیف پر روئے -
لعاب دہن لگا کے اُن کے پاؤن اچھے کر دیے - اور ایک بیوہ عورت کے گھر مین
اُنھین مہمان کیا -
اسی زمانۂ قیام قبا مین مسجد قبا تعمیر ہوئی - جس کی تعریف مین قرآن ناطق ہے کہ
”اُسِّسَ علی التقویٰ“ - قبا مین چند روز قیام فرما کے صحابہ کے گروہ عظیم کے ساتھ
پیمبرانہ شوکت و شکوہ سے آپ خاص مدینے مین داخل ہوے - اور مسجد نبوی کی بنیاد
پڑی - جسکی زمین بھی حضرت صدیق ہی کے روپئے سے خرید کی گئی -
ہجرت سے تین سال پیشتر حضرت صدیق اکبر کی صاحبزادی جناب عائشہ حضور

سرورِ عالم کے عقد میں آ چکی تھیں - مدینے میں ابو بکر کے ساتھ آئیں - نو برس کی عمر میں اپنے والد کے گھر سے رخصت ہو کر حضرت رسول خدا صلعم کے آغوش شوق میں آئیں۔ اور زفاف ہوا -

مدینۂ طیبہ میں اگرچہ دُور اور ایک دوسرے گھر میں قیام تھا مگر حضرت صدیقؓ ہر وقت دربار نبوت میں حاضر رہتے - ہر معاملے میں آپ کے ہمدم و ہمراز تھے - کوئی کام بغیر آپ کے مشورے کے انجام نہ پاتا - اور ہر امر میں سب سے مقدم مشیر کار آپ ہی تھے - آپ کے صائب الرائے ہونے کا جناب رسول خدا صلعم کو اس درجہ یقین تھا کہ فرماتے "اللہ کو یہ نہیں پسند کہ ابو بکر سے غلطی ہو" - اور کیونکر نہ ہو جن خوش نصیب بزرگوں کو حضرت رسول اللہ صلعم نے قطعی جنتی ہونے کی بشارت دی اُن میں سب سے پہلا نام حضرت صدیق ہی کا ہے -

ان باتوں کا تمام صحابہ پر یہ اثر تھا کہ حضرت رسول اکرم کی زندگی ہی میں جناب رسول خدا صلعم کے بعد سب سے بڑا رتبہ حضرت صدیق اکبر ہی کا مانا جاتا اور آپ کے بعد حضرت فاروق اعظم کا - آپ کا یہ امتیاز عہد رسالت کا ایک ایسا مسلم الثبوت واقعہ ہے کہ اسکی روایت امام بخاری نے خود حضرت علیؓ سے کی ہے - مسلمان ہی نہیں کفار بھی مسلمانوں میں رسول اللہ صلعم کے بعد حضرت ابو بکر ہی کا درجہ خیال کرتے - چنانچہ غزوۂ اُحد میں جب مسلمانوں کو شکست ہوئی - اور آنحضرت کی شہادت کی خبر مشہور ہوئی تو ابو سفیان نے مسلمانوں کے مجمع کے قریب آ کر آواز دی "محمد ہیں؟" اس کا جواب نہ ملا تو پوچھا "ابو بکر ہیں؟" اس کا بھی جواب نہ ملا تو پوچھا "عمر ہیں؟" اس سے صاف ظاہر ہے کہ کفار قریش بھی مسلمانوں میں جناب رسول خدا صلعم کے بعد ابو بکر کا اور پھر عمر کا درجہ جانتے تھے -

یہی نہیں معاہدۂ حدیبیہ کے ٹوٹنے کے بعد ابو سفیان تجدید معاہدہ کے لیے مدینے میں آئے اور رسول خدا صلعم سے اطمینان بخش جواب نہ ملا تو سب کے پہلے سفارش اُٹھوانے کے لیے حضرت ابو بکر صدیق کی خدمت میں حاضر ہوئے -

ایک دن جناب رسول خدا صلعم مسجد میں تشریف لائے - داہنے بائیں ابو بکر و عمر تھے - اور دونوں کے ہاتھ آپ کے ہاتھوں میں تھے - [illegible]

ارشاد فرمایا "یہ شخصیتیں تم کیا دست کے روزانہ آنکھیں لگی" - ایک دن فرمایا "ابوبکر و عمر
میرے کان اور میری آنکھیں ہین" - چنانچہ آپ کے عہد ہایون مین بجز ابوبکر و عمر کے
اور کوئی مفتی نہ تھا -

صحابہ مین سب سے بڑے بہادر بھی حضرت صدیق ہی مانے جاتے تھے - غزوۂ
بدر کے موقع پر حضور سرور عالم کے قیام کے لیے ایک چھپر بنایا گیا تو اسپر غور ہونے لگا
کہ آپ کی حفاظت کے لیے آپ کے پاس کون رہے - آنحضرت نے خود ہی ہاتھ پکڑ کے
حضرت صدیق کو اپنے برابر بٹھا لیا - مگر آپ تلوار علم کرکے آپ کے پیچھے کھڑے ہوگئے -
مشرکین مین سے جو کوئی رسول اللہ صلعم کے قریب آنے کا قصد کرتا اُسپر جھپٹ پڑتے
اور مار کے ہٹا دیتے - خود حضرت علی فرماتے ہین "مشرکین کا ایک گروہ جناب رسالت
کے قریب آپہونچا - کوئی ارادہ کرتا کہ بڑھ کے آپ پر حملہ کرے - کوئی چاہتا کہ آپ
کو گرا کے پچھاڑ دے - اور سب چلا چلا کے کہ رہے تھے "تم نے بہت سے خداؤن
کو ایک کردیا" - اس موقع پر اور کسی کو قدم بڑھانے کی جرأت نہ ہوئی سوا ابوبکر کے
جو تلوار کھینچکر کفار پر جھپٹ پڑے - زبان پر یہ کلمات تھے کہ "کیا اُس شخص کو مار
ڈالوگے جو خدا کو اپنا پروردگار بتاتا ہے"؟ اور شمشیر زنی کرتے تھے - یہان تک کہ
سب کو مار کے بھگا دیا -

اسی غزوے مین آپ کے صاحبزادے عبداللہ جو اب تک مسلمان نہ ہوے
تھے کفار کی طرف سے میدان مین آئے تو خود حضرت صدیق جناب سرور عالم کی
محبت مین بیٹے کے خون سے ہاتھ رنگنے کو تیار ہوگئے - اور اُن کی جان لینے پر آمادہ
تھے -

اُحد اور حُنین کے معرکون مین جب مسلمانون کو شکست ہوئی اور لوگ آپ کا
ساتھ چھوڑ کے بھاگے تو اُس نازک موقع پر حضرت ابوبکر ہر وقت آپ کے ہمراہ
وہمرکاب تھے - اور جان فدا کرنے کو تیار تھے -

جناب رسول خدا صلعم مرض موت مین مبتلا تھے کہ ایک عورت کچھ مانگنے کو آئی
ارشاد ہوا "پھر آنا" - اُس نے عرض کیا "حضور کو شاید نہ پاؤن تو کس کے پاس آؤن؟"
فرمایا "ابوبکر کے پاس"!

اسی زمانۂ مرض مین بروایت مسلم حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ ایک دن آپ نے اپنی محبوبہ حضرت ام المومنین سے فرمایا "اپنے باپ اور بھائی کو بلاؤ کہ ایک تحریر لکھ دون۔ مجھے اندیشہ ہے کہ کسی اور کو ہوس ہو اور کہے مین زیادہ استحقاق رکھتا ہون" مگر خدا اور مومنین کو بجز ابوبکر کے سب سے انکار ہے" یہی واقعہ ایک دوسری روایت مین یون آیا ہے کہ آپ نے جناب صدیقہ سے فرمایا "اپنے بھائی کو بلاؤ۔ تاکہ مین ابوبکر کے لیے لکھ دون" پھر خود ہی ارشاد ہوا "جانے بھی دو۔ ممکن ہی نہین کہ ابوبکر کے بارے مین مسلمانون کو عذر ہو" اسی کا ثبوت یہ بھی ہے کہ مرض نے جب زیادہ شدت پکڑ کے معذور اور صاحب فراش کر دیا تو حضرت صدیق کو بہ تاکید اپنی جگہ نماز پڑھانے کا حکم فرمایا۔ اور ساتھ ہی یہ بھی ارشاد ہوا کہ "مسجد مین بجز ابوبکر کے اور کسی کی کھڑکی نہ کھلی رہے"

حضور سرور عالم کی وفات کے بعد چونکہ خدا و رسول کو آپ سے امت کی سربراہی کا کام لینا تھا اس لیے اُس وقت جتنے جھگڑے پیدا ہوے سب کا تصفیہ اور فیصلہ حضرت صدیق ہی نے کیا۔

سب سے پہلا اختلاف آپ کی موت مین تھا۔ مسلمانون کو یقین ہی نہ آتا تھا کہ محمد رسول اللہ صلعم کا سا ہادی برحق اور خدا کا پیارا رسول دنیا سے چلا گیا۔ حضرت عمر فاروق مسجد نبوی مین تلوار کھینچ کے کھڑے ہو گئے کہ کسی نے رسول اللہ کی وفات کے الفاظ زبان سے نکالے اور مین نے سر اُڑا دیا۔ حضرت صدیق خبر وفات سُن کے سنے سے بدحواس دوڑے آئے۔ اندر جا کر رخ انور سے چادر الٹی۔ چہرہ مبارک دیکھا۔ پیشانی چومی۔ اور کہا "بیشک آپ خدا کے پاس تشریف لے گئے۔ زندگی مین بھی اچھے تھے اور مرنے پر بھی اچھے ہین" پھر باہر نکل کے مسجد مین آئے تو حضرت عمر کو مجنونون کی طرح شمشیر بکف دیکھا۔ فوراً اُنھین اور تمام حاضرین کو اپنی طرف متوجہ فرمایا اور نہایت ہی فصاحت و بلاغت سے ایک تقریر کی جس مین پہلے تو اس مضمون کی ایک آیت پڑھی کہ "اگر محمد رسول اللہ مر جائین یا مار ڈالے جائین تو کیا تم لوگ منہ پھیر کے برگشتہ ہو جاؤ گے؟" پھر فرمایا "لوگو۔ جو محمد کو پوجتا ہو سن لے کہ اُنھون نے وفات پائی اور جو خدا کو پوجتا ہو یاد رکھے کہ وہ زندہ ہے اور

کبھی ذہرست گئی - اس آیت اور تقریر نے ایک آن واحد میں سارے اختلاف کو مٹا دیا - کل صحابہ کو یقین ہو گیا کہ حضرت سرور عالم نے سفر آخرت فرمایا - اور حضرت عمر جو وفات نبی کا لفظ زبان سے نکلنے والے کا سر اڑا دینے کو تیار رہتے اُن کی یکایک یہ حالت ہوئی کہ گویا پاؤن کٹ گئے - بیتاب و بیقرار ہو کر دھم سے زمین پر گرے - اور سمجھے کہ واقعی رسول خدا صلعم دنیا سے رخصت ہو گئے -

بعد ازان یہ نزاع پیدا ہوئی کہ آپ کس مبارک سرزمین اور کس بقعۂ پاک مین آغوش لحد کے سپرد کیے جائین - ایک گروہ چاہتا تھا کہ جسد اطہر کو مکۂ معظمہ مین لے جا کر حضرت اسماعیل و جناب ہاجرہ کی قبرون کے پاس خانۂ کعبہ کے متصل دفن کرے - دوسرا گروہ اصرار کر رہا تھا کہ آپ کو شہر بیت المقدس مین دفن ہونا چاہیے - جو خاک ہزارہا انبیا و مرسلین کی خوابگاہ ہے - تیسرا گروہ اڑا ہوا تھا کہ خاک پاک مدینہ ہی کو آپ کا مدفن بنایا جائے - اس جھگڑے کا فیصلہ بھی جناب صدیق ہی نے کیا کہ خود جناب سرور عالم کے ارشاد کے مطابق ام المومنین عائشہ صدیقہ کے حجرے مین جس جگہ آپ نے انتقال فرمایا تھا قبر کھودی گئی -

سب سے اہم اور سب سے خوفناک جھگڑا آپ کی جانشینی کا تھا جس نے نہایت ہی خطرناک صورت پیدا کر لی تھی - مدینے کی یہ حالت تھی کہ اس مین دو صاحب اثر گروہ آباد تھے - اول انصار جو وہان کے اصلی باشندے تھے - جنھون نے رسول اللہ صلعم اور مومنین قریش کو بلا کے اپنے یہان رکھا - اور اپنا مہمان بنایا تھا - آپ کے تمام عزیزون اور رفیقون کو اپنا عزیز اور انھیں زندگی بنایا تھا - اور ہر موقع پر اُن کے اور اسلام کے جان نثار حامی اور ہمدرد معاون رہے تھے - اُن کی تعداد بھی بہت زیادہ تھا - اور اسی نسبت سے اُن کو قوت و عظمت بھی حاصل تھی -

دوسرا گروہ مہاجرین کا - جو لوگ مکے کے بنا وطن شرفائے قریش تھے - جو حضرت سرور عالم کی محبت و رفاقت مین گھر چھوڑ چھوڑ کے آئے تھے - مدینے مین توطن اختیار کر لیا تھا اور مدتون انصار کی فیاضی و ہمدردی پر زندگی بسر کرتے رہے تھے - اُن کی تعداد انصار کے مقابلے مین بہت تھوڑی تھا - تیسرا گروہ قریش کے ایک مخصوص و محترم خاندان بنی ہاشم کا یعنی رسول خدا صلعم کے عزیزون اور قرابت

داروں کا تھا۔ جن میں بعض دُور کے غیر خاندان اعزہ بھی شریک ہو گئے تھے جیسے ابوسفیان۔ زبیر اور طلحہ وغیرہم۔ ان لوگوں کی تعداد بہت کم تھی بلکہ چند گنتی کے لوگ تھے۔

پہلے گروہ کا خیال تھا کہ رسول خدا صلعم پیغمبر برحق اور بنی نوع انسان کے اعلیٰ ترین پیشوا و مقتدا تھے۔ ان کی اطاعت ہر شخص پر فرض تھی۔ لہذا ہم نے بھی اُن کی اطاعت کی اور اُنھیں اپنا سردار بنالیا۔ لیکن اب انکے بعد کوئی وجہ نہیں کہ ہم اُن کے غریب الوطن عزیزوں اور رفیقوں کی غلامی کریں۔ ہمارے شہر کا حاکم و فرمان روا خود ہم ہی میں سے ہونا چاہیے۔ چنانچہ آپ کی وفات کی خبر سنتے ہی وہ سب بنی ساعدہ کے چھپتے میں جو اُن کا بیٹھکا تھا جمع ہوئے۔ اور مشورہ کرنے لگے کہ اپنے سوا کسی اور گروہ والے کو جانشین رسالت نہ منتخب ہونے دیں۔ اور اپنے دونوں فرقوں بنی خزرج و بنی اوس میں سے کسی کو خلیفہ منتخب کریں۔

تیسرا بنی ہاشم والا گروہ اگرچہ بہت ہی محدود اور سب سے کمزور تھا مگر رسول خدا صلعم کے عزیز و ہم نسب ہونے کے باعث وہ اپنا حق سب سے زیادہ جانتے تھے۔ خصوصاً اس لیے کہ ان کے سرگروہ حضرت علی رسول اللہ صلعم کے ابن عم اور داماد تھے۔ اور آپ کی صاحبزادی حضرت سیدۃ النساء فاطمہ زہرا انکی طرفدار تھیں۔ یہ سب حضرات جناب فاطمہ کے گھر میں جمع ہوئے۔ اور اس پر آمادہ تھے کہ حضرت علی کو خلیفۂ رسول اللہ منتخب کریں۔

دوسرا گروہ جس سے عام اہل مکہ اور قریش مراد ہیں انکو حضرت رسالت پناہ کی وفات کے صدمے میں ابھی اس طرف توجہ ہی نہیں ہوئی تھی کہ آپ کا جانشین کون ہوگا۔ چنانچہ وہ اس مقصد کے لیے کہیں جمع نہیں ہوسکے۔ وہ ادھر اُدھر روتے پھرتے تھے اور دنیا و ما فیہا کو بھولے ہوئے تھے۔ حضرت صدیق جناب رسالت کی وفات کا یقین دلانے کے بعد پھر حجرۂ عائشہ میں اپنی سوگوار اور نو عمر بیوہ بیٹی کے پاس واپس گئے تھے کہ تھوڑی دیر میں حضرت عمر نے آکر آواز دی۔ باہر تشریف لائیے انھوں نے کہا "معتبر طور پر معلوم ہوا ہے کہ بنی ہاشم اور انکے رفقا حضرت علی کے ہاں جمع

ہیں کہ اُنھین جانشین رسالت کرین - اور بنی ساعدہ کے چھوٹے [illegible] انصار جمع
ہین اور مشورہ کر رہے ہین کہ اُنھین کے گروہ مین سے کوئی شخص خلیفہ منتخب کیا
جائے" حضرت صدیق کو بنی ہاشم کے دعوے سے کسی قسم کا اختلاف نہ تھا لہذا
اس کی اُنھون نے کچھ پروا بھی نہ کی - مگر انصار کے جمع ہونے کا حال سُن کر سخت
اندیشہ ہوا - اس لیے کہ اُنھین کا شہر ہے - اُنھین کا گروہ سب سے بڑا ہے - اگر
اُن مین سے کوئی خلیفہ منتخب ہوگیا تو مہاجرین قریش کی بڑی حق تلفی ہوگی - دل
مین خیال فرمایا کہ یہ فتنہ اگر اسی وقت نہ دبا دیا گیا تو بڑے جھگڑے اُٹھ کھڑے
ہون گے - اور سخت خون ریزی کی نوبت آ جائے گی - فوراً حضرت عمر کو ساتھ
لیا اور انصار کے مجمع کی طرف روانہ ہوئے - راہ مین حضرت ابو عبیدہ اور دو ایک
اور بزرگان مہاجرین بھی ساتھ ہو لیے - مگر سچ یہ ہے کہ حضرت صدیق نے یہ غیر معمولی
جرأت اور بہادری کا کام کیا کہ اکیلے دو تین ہمراہیون کے ساتھ مخالفین کے
مجمع عظیم مین جا پہونچے -

وہان پہونچکر اُن لوگون کی تقریرین سنین تو نظر آیا کہ انصار کے دونون حریف
قبیلے خزرج اور اوس جمع ہین اور ہر شخص کے دماغ مین یہی بسی ہوئی ہے کہ مدینے
کے رہنے والے اور اصلی حامیان اسلام ہم ہی ہین - ہمارا جتھا بڑا ہے - ہماری
قوت زبردست ہے - لہذا کوئی وجہ نہین کہ رسول خدا صلعم کے بعد ہم کسی غیر کی
غلامی کرین - چنانچہ سب نے بنی خزرج کے سردار سعد بن عبادہ کو جانشین رسالت
تجویز کر لیا ہے - اور قریب ہے کہ اُن کے ہاتھ پر بیعت شروع ہو جائے - بنی اوس
کو سعد کے منتخب کرنے مین کسی قدر تامل تھا - اُن کے موافق بنانے کے لیے سعد نے
ایک پُر جوش تقریر کی - جس کے اثر سے سارے بنی اوس بھی اُن کا دم بھرنے لگے

یہ رنگ دیکھتے ہی حضرت صدیق اُٹھ کھڑے ہوئے اور فرمایا "رسول اللہ صلعم
کی جانشینی کا مستحق بجز مہاجرین قریش کے اور کوئی نہین ہو سکتا" انصار مین سے
حُباب بن منذر نے جناب صدیق کے فرمانے کی مطلق پروا نہ کی - اور بہ آواز بلند انصار
سے کہا "یہ چند لوگ (مہاجرین) جو تمھاری فیاضی پر جی رہے ہین کیا کر سکتے ہین؟
تم اپنے ہی گروہ مین سے خلیفہ منتخب کرو - اور خبردار اِن مین سے کسی کے ہاتھ پر

بیعت نہ کرنا"

اختلاف دیکھ کر انصار ہی میں سے ایک بزرگ بولے" اچھا ایک کام کرو۔ دو امیر منتخب کیے جائیں۔ ایک ہم میں سے اور ایک قریش میں سے۔ اس پر حضرت عمر بول اُٹھے" دو امیر ہوئے تو ہمیشہ اختلاف رہے گا" حباب نے اسکے جواب میں درشت زبانی کی۔ اور لڑائی ہوتے ہوتے رہ گئی۔

حضرت ابو عبیدہ نے انصار کی یہ برہمیاں دیکھیں تو کہا" حضرات انصار۔ حق کی آواز پر سب سے پہلے آپ لوگوں نے لبیک کہی تھی۔ لہذا آپ ہی سب سے پہلے تفرقہ انداز نہ بنیے" اس فقرے نے انصار کے دلوں پر بڑا اثر کیا۔ بعض کے دل نرم پڑ گئے۔ اور اُن میں سے حضرات زید بن ثابت اور بشیر بن سعد نے اُٹھ کر اپنے لوگوں سے کہا" بھائیو۔ تم حسبۃً للہ ایمان لائے ہو۔ اور حضرت رسول [illegible] میں کبھی تم نے دنیا طلبی کی ہوس نہیں کی۔ لہذا خرابی میں نہ پڑو۔ اور خلافت کو حضرت رسالت ہی کی قوم کے لیے چھوڑ دو۔" ان بزرگوں کے سمجھانے کا انصار پر بہت اثر ہوا۔

حضرت صدیق نے جو دیکھا کہ بعض انصار کے ہمارے موافق ہو جانے سے اکثروں کے دل میں صلاحیت پیدا ہو گئی ہے۔ اپنے دل میں خیال فرمایا کہ اس موقع کو ہاتھ سے نہ جانے دینا چاہیے۔ معاملۂ خلافت اگر اس وقت غیر منفصل رہ گیا تو ایسی گتھی پڑے گی کہ کسی کے سلجھائے نہ سلجھے گی۔ کل خدا جانے کیا ہو۔ جو کچھ ہو اسی وقت ہو جائے۔ پھر اُٹھے اور فرمایا" تو پھر دیر کس بات کی ہے؟ معزز مہاجرین میں سے عمر اور ابو عبیدہ موجود ہیں۔ ان میں سے جن صاحب کے ہاتھ پر چاہو بیعت کر لو" مذکورہ دونوں بزرگوں نے کہا" آپ سے زیادہ کوئی مستحق خلافت نہیں ہو سکتا۔ اس لیے کہ آپ سب سے افضل ہیں" حضرت صدیق کو خود خلیفہ ہونا پسند نہ تھا مگر معاملہ ایسا نازک تھا کہ تاخیر میں خطرے ہی خطرے نظر آتے تھے۔ اس پر بھی اپنا ہاتھ نہ بڑھایا۔ مگر یہی اندیشہ حضرت عمر کے دل میں بھی تھا۔ چاہتے تھے کہ اسی وقت فیصلہ ہو جائے۔ بڑھ کے حضرت صدیق سے کہا" لائیے ہاتھ لائیے۔ ہم آپ ہی کے ہاتھ پر بیعت کریں گے" اب بھی حضرت صدیق نے ہاتھ نہ بڑھایا تو آپ بڑھ کر نہیں نہیں

کرتے رہے حضرت عمر نے زبردستی آپ کا ہاتھ پکڑ کے بیعت کر لی۔ پھر ابو عبیدہ نے بیعت کی۔ اور ساتھ ہی انصار میں سے بشیر بن سعد نے بیعت کی۔

چونکہ خدا کی مرضی تھی کہ حضرت صدیق اکبر خلیفہ ہوں اور اسلام کو آپ کی ذات بابرکات سے قوت حاصل ہو۔ لہذا اس موقع پر اوس و خزرج کی پرانی رقابت پھر زندہ ہو گئی۔ سعد بن عبادہ بنی خزرج میں سے تھے۔ بنی اوس نے آپس میں کہا "اگر سعد خلیفہ ہو گئے تو ہم لوگ مٹ جائیں گے۔ بنی خزرج نہ ہمیں اپنی عزت میں شریک کریں گے اور نہ پھر آئندہ کبھی کوئی شخص ہم میں سے خلیفہ منتخب ہو سکے گا۔ لہذا مناسب ہے کہ ہم سب ابوبکر کے ہاتھ پر بیعت کر لیں"۔ اس خیال کے پیدا ہوتے ہی وہ دوڑ دوڑ کے حضرت صدیق کے ہاتھ پر بیعت کرنے لگے۔ بنی خزرج نے جو ان لوگوں کو بیعت کرتے دیکھا تو انھوں نے بھی آ کے بیعت کرنا شروع کر دیا۔ اور آناً فاناً میں ایسا رنگ ہوا کہ سارے انصار نے بیعت کر لی۔ اور سعد بن عبادہ تنہا بیٹھے اپنی ناکامی و نامرادی کا تماشا دیکھ رہے تھے۔

اس طرح اُسی روز جس دن حضرت رسول خدا صلعم نے سفر آخرت فرمایا یعنی ۱۲۔ ربیع الاول ۱۱ھ کو جناب صدیق اکبر آپ کے جانشین۔ امت محمدی کے امام۔ اور دنیائے اسلام کے فرماں روا منتخب ہوئے۔ پھر دوسرے دن غالباً حضور سرور عالم کے دفن ہونے کے بعد یعنی سہ پہر کو تمام مہاجرین و انصار نے مسجد نبوی میں جمع ہو کر آپ کے دست مبارک پر بیعت کی۔ اور جانشینی رسالت کا جزو اعظم بھی آپ کی ذات سے اور آپ ہی کی برگزیدہ ذات پر طے ہو گیا۔

لیکن بنی ہاشم اور اُن کے چند طرفدار ابھی تک خلاف تھے۔ اُن میں سے بعض نے چاہا کہ حضرت علی کو اُبھار کے کھڑا کریں اور لڑائیں۔ مگر خود حضرت علی نے نہایت ہی نیک نفسی و سلامت روی سے کام لیا۔ یہاں تک کہ چھ مہینے بعد جب حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا جنت کو سدھار چکیں تو خود ہی آ کر حضرت صدیق کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ اور معذرت خواہ ہوئے۔

منبر رسالت پر قدم رکھ کے حضرت صدیق نے جو پہلی تقریر فرمائی اور جس میں اپنے عہد حکومت کی پالیسی ظاہر کی یہ تھی:—

لوگو - مین تمھارا حاکم بنایا گیا ہون - حالانکہ تم سب سے اچھا نہین ہون
اگر بھلائی کرون تو میرے ممد و معاون رہنا - اور برائی کرون تو میری اصلاح کرنا
سچ بولنا امانت داری ہے اور جھوٹ بولنا خیانت - تم مین جو کمزور ہے جب تک
مین اُس کا حق نہ دلادون انشاءاللہ زبردست رہے گا اور تم مین جو زبردست ہے
جب تک اُس کے ذمے کسی کا حق باقی ہے انشاءاللہ کمزور رہے گا - تم لوگ جہاد
سے ہاتھ نہ روکو - کیونکہ جس قوم نے جہاد چھوڑ دیا اُسکو خدا ذلیل کر دیتا ہے
مین جب تک خدا و رسول کی اطاعت کرتا ہون تم بھی میری اطاعت کرتے رہو لیکن
اگر مین خدا اور رسول کی نافرمانی کرون تو تم پر میری اطاعت فرض نہین ہے -

یہ مختصر اور جامع و مانع تقریر تھی جس کے ذریعے سے حضرت صدیق اکبر نے مجمل
الفاظ مین خلافت اسلامیہ کے شروع ہوتے ہی ظاہر فرما دیا کہ اسلام کی فرمان
فرمائی و امامت اور حضرت رسول کی نیابت و خلافت کیا چیز ہے - خلیفہ کے لوگون
پر اور لوگون کے خلیفہ پر کیا حقوق ہین -

حضور سرور عالم نے وفات سے پیشتر اُسامہ بن زید کو صحابہ کی ایک زبردست
فوج پر سردار مقرر کرکے حکم دیا تھا کہ سرحد شام کی جانب ایک مہم پر روانہ ہو جائین -
اس لشکر مین حضرات ابوبکر و عمر بھی بحکم نبوت شامل کیے گئے تھے - مرض موت کے
زمانے مین آپ نے باربار اس لشکر کے روانہ ہو جانے کی تاکید فرمائی تھی - چنانچہ
اُسامہ نے اپنے ہمراہیون کو لے کر مدینے کے باہر تھوڑے فاصلے پر مقام جرف مین
پڑاو ڈالا کہ دوسرے روز روانہ ہو جائین - مگر حضرت رسول صلعم کی حالت زیادہ
نازک ہو گئی - اور اس پریشانی مین کسی کا سفر پر قدم نہ اُٹھا -

شیعون کا خیال ہے کہ اس مہم کے روانہ کرنے سے جناب رسول خدا صلعم کا
مقصود اصلی یہ تھا کہ ابوبکر و عمر اور دوسرے صحابی جن کو شیعہ حضرت علی کے
مخالف سمجھتے ہین مدینے مین نہ رہین - ہمارے نزدیک یہ بالکل بے سروپا - خلاف
قیاس - اور حضرت رسول اکرم کی وضع رسالت کے منافی بات ہے - جس سے
معاذ اللہ حضرت سرور عالم پر کمزوری و [illegible] کا الزام آتا ہے - اسی قدر نہین یہ
خیال پیدا ہوتا ہے کہ آپ نے [illegible] سے مغلوب ہوکر ایک اہم فرض

[illegible]

کیا جا سکتا تھا وفات کو تقیۃً چھپایا اور اسکو زبان سے نہ نکالا۔

پھر یہ بھی سمجھ مین نہین آتا کہ آپ کو کون چیز اس سے مانع تھی کہ جس بات کو بقول شیعون کے رسول خدا صلعم خم غدیر کے موقع پر منصوص اور آشکارا فرما چکے تھے سفر آخرت کرتے وقت صحابہ کے مجمع عام کے سامنے اُس کا مکرر اعادہ فرما دیتے۔ اور صاف الفاظ مین بتا دیتے کہ میرے بعد علی جانشین ہون۔ بھلا مجال تھی کہ جو لوگ زندگی بھر آپ کی اطاعت کرتے رہے تھے اور آپ کے ہر حکم پر چلنے کو مایۂ فلاح دنیا و آخرت سمجھتے تھے اس حکم کی تعمیل مین کسی قسم کا عذر یا تامل کرتے؟ اور اگر کسی کو مخالفت کی جرأت ہو بھی جاتی تو بھلا یہ ممکن تھا کہ سارے مسلمان اُس کی ایسی جرأت کو گوارا کر لیتے؟ یہ قیاس سے باہر اور حضرت رسول اکرم کے طرز عمل کے بالکل خلاف ہے کہ زندگی بھر تو آپ نے کسی معاملے مین کسی قسم کی [illegible] مگر دنیا سے تشریف لے جاتے وقت اس قدر کمزور ہو گئے کہ خود اپنے پیروون اور غلامون کی مروت یا اُن کے دباؤ سے ایک اہم ترین تبلیغی فرض کا اعلان نہ فرما سکے۔ اور ایسے معاملے کو تشنہ چھوڑ گئے جو خدا کے نزدیک ضروری تھا اور جس پر نظام اُمت اور فلاح اسلام کا دار و مدار تھا۔

حضرت صدیق نے مسند خلافت پر جلوس فرماتے ہی پہلا حکم یہ جاری کیا کہ اُسامہ اپنا جیش لے کر شام کی طرف روانہ ہو جائین اور حضرت رسالت کے حکم کی فوراً تعمیل ہو۔ بادی النظر مین یہ حکم وقتی مصلحت کے بالکل خلاف نظر آتا تھا۔ اس لیے کہ جناب رسالت کی وفات کے ساتھ ہی دولت اسلامیہ کی حالت نہایت نازک ہو گئی تھی۔ مدینے کی چار دیواری کے اندر باہم اختلاف تھا۔ انصار بظاہر دب گئے تھے مگر دل مین راضی نہ تھے۔ اور اُنکے سردار سعد اُسوقت تک اپنی حکومت کے دعویدار تھے۔ بنی ہاشم الگ مخالفت پر آمادہ تھے اور اس پر اڑے ہوئے تھے کہ جانشینی رسول اکرم آپ ہی کے خاندان مین رہے۔ جناب صدیق کو خلیفہ منتخب ہوئے دوسرا ہی روز تھا کہ ہر طرف سے خبرین آنے لگین کہ قبائل عرب دین اسلام چھوڑ چھوڑ کے مرتد ہوئے جاتے ہین۔ بعض دین سے بھی بیزار ہین۔ بعض چاہتے ہین

جانشین رسول اکرم کو زکوٰۃ نہ دین نہ کسی قسم کا خراج ادا کرین۔ مسلمانون کی یہ باہمی پھوٹ دیکھ کے یہود و نصاریٰ کا بھی حوصلہ بڑھ گیا۔ اور کوشش کرنے لگے کہ شمع اسلام کو گل کر دین۔ جو چند مسلمان توحید اور تعلیمات نبوت پر استقلال سے قائم تھے اُن کی حالت بقول اُسی عہد کے ایک صحابی کے یہ ہو رہی تھی کہ "گویا چند بھیڑین ہین جو مینہ اور اندھیری رات مین ادھر اُدھر بھٹکتی پھرتی ہین۔ اصلی چرواہا دنیا سے چل بسا۔ اور جدھر نظر جاتی ہے بھیڑیے ہی بھیڑیے دکھائی دیتے ہین"۔

اسی حالت کو دیکھ کر بعض بزرگان امت نے حضرت صدیق کی خدمت مین عرض کیا "مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ سردست اُسامہ کی روانگی ملتوی رکھی جائے۔ اگر یہ لوگ چلے گئے تو جس قدر اسلامی قوت باقی ہے وہ بھی منتشر اور نہایت کمزور ہو جائیگی"۔ آپ نے فرمایا "یہ نہین ہو سکتا۔ میری مجال نہین کہ جس فوج کو رسول اللہ صلعم نے روانہ ہونے کا حکم دیا تھا روکون"۔ ساتھ ہی اعلان فرمایا کہ "جو لوگ اُسامہ کے ہمراہ جانے کے لیے نامزد ہوے تھے فوراً جُرف مین جمع ہو جائین"۔ سب لوگ وہان جمع ہو گئے۔ جن مین حضرت عمر فاروق بھی تھے۔ اب خود اُسامہ نے جُرف سے جناب فاروق کو حضرت صدیق کی خدمت مین بھیج کر عرض کرایا کہ "تمام کبار صحابہ میرے ساتھ ہین ایسا نہ ہو کہ میرے جانے کے بعد مشرکین مدینے پر حملہ کر دین۔ اور کوئی بچانے والا نہ ہو"۔ ساتھ ہی ان معزز انصار نے جو اُسامہ کے لشکر مین تھے حضرت عمر ہی کے ذریعے سے بارگاہ خلافت مین اپنی یہ درخواست پیش کرائی کہ "اُسامہ بہت نوعمر اور ناتجربہ کار آدمی ہین۔ کسی نامور سن رسیدہ شخص کو ہمارا سپہ سالار مقرر فرمائیے"۔

حضرت عمر نے مسجد نبوی مین آ کر پہلے اُسامہ کا پیام پہونچایا۔ جناب صدیق نے مطلق سماعت نہ کی اور فرمایا "مجھے بھیڑیے گھر مین گھس کر پھاڑ ڈالین تو بھی یہ نہین ہو سکتا کہ جناب رسول اللہ صلعم کا حکم ٹلے"۔ بعد ازان جب حضرت عمر نے انصار کی درخواست پیش کی تو حضرت صدیق ایسے طیش مین آئے کہ بڑھ کے بے اختیار حضرت عمر کی ڈاڑھی پکڑ لی اور فرمایا "جس کو رسول اللہ صلعم نے مامور فرمایا ہے اُسے مین معزول کر دون! میری مجال ہے؟" پھر اُٹھکر پا پیادہ جُرف مین تشریف لائے۔ اُسامہ نے دیکھتے ہی تعظیماً گھوڑے سے اُترنے کا ارادہ کیا۔ مگر آپ نے روکا اور نہ اُترنے دیا۔

[illegible]

اُس حکم کے مطابق اُسامہ روانہ ہونے لگے تو جناب صدیق نے اُن سے درخواست کی کہ "اگر مضائقہ نہ ہو تو عمر کو میرے پاس چھوڑ جاؤ۔ مجھے اکثر معاملات میں اُن سے مشورہ کرنے کی ضرورت ہوتی ہے" اُسامہ نے یہ درخواست بلا عذر قبول کرلی۔ اور جیش اُسامہ کے منتخب شدہ لوگوں میں سے دو بزرگ مدینے میں رہ گئے۔ ایک خود حضرت صدیق نظام امت کی باگ ہاتھ میں لینے کی مجبوری سے اور دوسرے حضرت عمر اُن کو مشورہ دینے یا دربار خلافت کی وزارت کا کام انجام دینے کے لیے۔

اسامہ کے ساتھ جانے کے لیے اطراف مدینہ کے اکثر قبائل کے لوگ آئے ہوئے تھے۔ اُن میں سے جو لوگ لشکر اُسامہ میں شریک ہونے کے لیے منتخب ہوئے تھے وہ تو چلے گئے اور جو باقی رہے تھے اُن کو بھی حضرت صدیق نے مدینے کی حفاظت کے لیے روک لیا۔ اور جن قبائل کے مرتد ہونے کی خبریں آرہی تھیں اُن کی روک تھام کے لیے اُنھیں لوگوں سے کام لیا۔ اس تدبیر سے اگرچہ تھوڑی بہت قوت حاصل ہوگئی مگر حالت یہ تھی کہ روز کسی نئے قبیلے کے مرتد ہونے کی خبر آتی۔ سنا جاتا کہ فلان قبیلہ سارے کا سارا باغی و برگشتہ ہوگیا۔ فلان قبیلے میں سے فلان فلان معززو ذی ثروت اشخاص اسلام سے پھر گئے۔ ان مرتدون میں سے کوئی کہتا "محمد نبی ہوتے تو نہ مرتے"۔ کوئی کہتا "بس نبوت کی اطاعت بھی اُنھیں کے ساتھ رخصت ہوگئی"۔ کسی کی زبان پر تھا" اب تو فقط خدا کے ماننے کی ضرورت ہے"۔ کسی نے یہ ارادہ ظاہر کیا کہ "ہم خدا و رسول دونوں کو مانیں گے۔ نمازیں بھی پڑھیں گے اور روزے بھی رکھیں گے مگر اسکی ضرورت نہیں کہ کسی قسم کا خراج یا زکوۃ دیں"۔

غرض مکہ معظمہ اور طائف کے سوا سارا عرب مرتد تھا۔ چند قبائل میں اگر بغاوت عام نہ تھی تو اُن کے اکثر سردار اور نامور لوگ برگشتہ ہوگئے تھے۔ اور اپنے قبیلے والون کو بہکا رہے تھے۔ یکایک یہ نظر آیا کہ سارے جزیرہ نما ے عرب میں بغاوت و ارتداد کی آگ لگی ہوئی ہے۔ جو ساعت بساعت بڑھتی اور پھیلتی جاتی ہے۔ حضور سرور عالم نے اپنی زندگی میں جن لوگون کو جا بجا مقامات

[illegible]

یمن سے شام تک اور ساحلِ حجاز سے ساحلِ بحرین و عمان تک ہر جگہ سے دینِ الٰہی کی حکومت اُٹھ گئی - اسود عنسی نے یمن مین - مسیلمہ کذاب نے یمامہ مین طلیحہ نے وسطِ عرب مین - اور سجاح نام ایک عورت نے عراق و حیرہ کی طرف نبوت کے دعوے کر کے لوگون کو بہکانا شروع کیا ہے - اور ایک عجیب طرح کا اُدھم مچا رکھا ہے - تمام زبردست اور نامی قبائل عرب بنی قضاعہ - بنی کندہ - بنی حنیفہ - بنی طے - بنی ہوازن - بنی سُلیم - بنی عبس - بنی ذبیان - اور بنی کنانہ سب باغی ہین اور مدینے پر حملے کرنے کی تیاریان کر رہے ہین -

یہ نازک حالت دیکھ کر حضرت صدیق نے یہ حکمت عملی اختیار فرمائی کہ نامۂ و پیام اور رُسُل و رسائل کے ذریعے سے دفع الوقتی کرنے لگے - ساری فوج اسامہ کے ساتھ تھی - فوج کشی کرتے تو کس برتے پر؟ لیکن قبائل بنی عبس و بنی ذبیان نے یون بھی خاموش نہ بیٹھنے دیا - اس لیے کہ وہ لوگ جماؤ کر کے مدینے کے قریب آ گئے - اور ابرق نام ایک مقام مین جو بہت ہی قریب تھا پڑاؤ ڈال دیا - اسی طرح مرتدون کا ایک دوسرا زبردست گروہ جس مین بنی کنانہ بھی شریک تھے مدینے سے ایک منزل ذو القصہ نام ایک دوسرے مقام مین اُتر پڑا - طلیحہ کا ایک مرید جسکا نام حبال تھا اُن کا سردار اور سرغنا تھا -

اُن کے سر پر آ پہونچنے کی خبر سُننے کے بعد بھی حضرت صدیق نے کوئی کارروائی نہ کی تو اُن کی جراُت اور بڑھی - اُن کا ایک وفد مدینۂ طیبہ مین آ پہونچا اور پیام لایا کہ "ہم نماز پڑھین گے مگر زکوٰۃ نہ دین گے" یعنی "زر می طلبی سخن درین است"

اس موقع پر دشمنون کی قوت سے خائف ہو کر تمام اکابر صحابہ کی یہ رائے تھی کہ دشمنون کی شرطین مان لی جائین - حضرت عمر کو اس پر بہت اصرار تھا اور شدّو مد کے ساتھ کہا "آپ کس بنا پر ان لوگون سے لڑین گے؟ رسول خدا صلعم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جب تک لوگ کلمۂ لا الٰہ الا اللہ نہ کہین مجھے اُن سے لڑنے کا حکم ہے - اور ان لوگون کو اس کلمۂ توحید سے انکار نہیں ہے" حضرت صدیق نے

... رسول اکرم صلعم سے سنا ہے آپ نے فرمایا تھا کہ جب تک لوگ اس کلمے کا حق ادا نہ
کرین مین اُن سے لڑون گا۔ اور اس کلمے کا حق یہی ہے کہ نماز پڑھین اور زکوٰۃ دین
رسول اللہ صلعم کے عہد مین اگر یہ لوگ ایک جوتی کا تسمہ بھی دیتے رہے ہون اور
اب اُسکے دینے سے انکار کرین گے تو مین خدا کی قسم اُن سے لڑون گا۔ اور اگر کوئی
ساتھ نہ دے گا تو اکیلا جاکے جہاد کرون گا"۔ یہ کہتے ہی آپ نے تلوار اُٹھالی اور
تن تنہا چل کھڑے ہوے۔ اگرچہ اختلاف رائے تھا مگر مجبوراً سب نے ساتھ دیا۔ پھر
چند روز بعد جب کامیابی ہوئی تو سب کو تنبہ ہوا۔ اور حضرت عمر بھی اپنی غلطی کے
قائل ہوے۔ اور اکثر فرمایا کرتے "خدا نے ابوبکر کا دل کھول دیا۔ اور مرتدون کا
مقابلہ کرنے مین اُن کا ایمان ساری امتون کے ایمان سے بڑھ گیا"۔ دیگر صحابہ کا
اعتقاد تھا کہ "اس بارے مین حضرت صدیق اکبر نے انبیا کا سا کام کیا"۔ اور واقعی
اگر اُسوقت آپ سے ذراسی بھی کمزوری ظاہر ہوتی تو قیامت تک کے لیے اسلام
کے دامن مین دھبہ لگ جاتا۔

الغرض مرتدون کا وفد انکاری جواب لے کر واپس گیا۔ اور مدینے کی حفاظت
کے لیے فوجی کارروائی شروع کردی گئی۔ حضرت علی۔ زبیر۔ طلحہ۔ اور عبداللہ بن
مسعود کو جناب خلافت پناہ نے دارالہجرت مدینہ کی حفاظت پر مامور فرمایا۔ اور عام
اہل مدینہ کو حکم دے دیا گیا کہ ہر وقت مسجد نبوی مین حاضر رہا کرین۔ خدا جانے کس
وقت کیا ضرورت پیش آجائے۔

مرتدون کے وکیلون نے واپس جاکر اُنھین خبر کی کہ "انکی شرطین نامنظور کی گئین
اور مدینے مین بہت ہی تھوڑے آدمی ہین۔ ابوبکر مین اتنی قوت نہین کہ تمھارا مقابلہ
کرسکین"۔ یہ خبر پاتے ہی مرتدون کا حوصلہ اس قدر بڑھا کہ فوراً مدینے پر آپڑے۔
جو حضرات دارالنبوۃ کی حفاظت پر مامور تھے اُنھون نے بہادری سے روکا۔ اور
حضرت صدیق کو خبر کی۔ مدینے مین اُن دنون سواری کے جانور بھی موجود نہ تھے۔
آپ نے فوراً پانی لانے والے اونٹون کو جمع کرکے اُن پر لوگون کو سوار کرایا۔ اور
شہر سے نکل کر دشمنون کے سامنے صفین جما دین۔ خدا نے مدد کی۔ آپ کی شجاعت اسلام
کی پشتیبان ہوئی۔ اور مقابلہ شروع ہوتے ہی دشمن بھاگ گئے۔ آپ نے تعاقب بھی کیا

کچھ دشمن ان کا تعاقب کرتے ہوئے چلے گئے - اور انھین بالکل پسپا کرکے واپس [illegible]
[illegible] انھین [illegible] اور حضرت رسول اکرم کو حکم بھیجا [illegible]

مال غنیمت سے لدے پھندے اور لونڈی غلامون کا ایک گروہ ساتھ لیے روانگی کے چالیسوین روز پھر سوادِ مدینہ مین داخل ہوے - اُن کی اس کامیاب مہم کی خبرین سُن کر اطراف عرب کے سرکش دشمنون مین یہ خیال پیدا ہوا کہ رسول اللہ صلعم کی وفات سے مسلمانون مین کسی قسم کی کمزوری نہین آئی - ورنہ یہ مہم اتنی جلد ایسی کامیاب واپس نہ آتی - اور اسی سے ظاہر ہوگیا کہ اس لشکر کے روانہ کرنے مین حضرت رسول اللہ صلعم کی کیا مصلحت تھی اور کتنی بڑی پیش بینی اور دور اندیشی اس مین مضمر تھی۔

مگر جو دشمن حضرت صدیق سے شکست کھا کے بھاگے تھے اُن کے دلون مین اب تک اپنے وفد والون کا یہی کہنا بسا ہوا تھا کہ مدینے والے کمزور ہین اور اُن کے پاس کوئی لشکر موجود نہین - چنانچہ مفرورین کو جمع کرکے وہ پھر لڑنے پر تیار ہوگئے - اور آدمی دوڑا کے اُن کثیر التعداد مرتدون کو بھی اپنے پاس بُلا لیا جو ذو القصہ مین پڑاؤ ڈالے ہوے تھے -

حضرت صدیق کو اُن کے پھر آمادۂ فساد ہونے کی خبر پہونچی تو جس لشکر سے انھین پہلے شکست دی تھی پھر اُسی کو ساتھ لے کے روانہ ہوے - اور اُسامہ اور اُن کے ہمراہیون سے فرمایا "آپ لوگ تھکے ماندے چلے آتے ہین - چند روز مدینے مین ٹھہر کر آرام لے لیجیے" اُسامہ اور نیز اُن کے ساتھ والون نے اصرار کیا کہ "حضور دار الخلافہ مین ٹھہرین ہم اُن لوگون سے مقابلہ کر لین گے" مگر جناب خلافت مآب نے کسی طرح نہ مانا - انھین پانی لانیوالے اونٹون پر سوار ہو کے مدینے سے نکلے - اور راتون رات کوچ کرکے پو پھٹتے ہی مرتدون پر جا پڑے - سخت لڑائی شروع ہوگئی - مگر آفتاب پوری طرح نکلنے نہ پایا تھا کہ دشمن ہمت ہار کے بھاگے - اور مسلمان ظہر کے وقت تک اُن کا تعاقب کرتے رہے - اُن کا سردار حبال جو طلیحہ کا رفیق خاص تھا مارا گیا - اور حضرت صدیق دشمنون کو رگیدتے ہوے ذو القصہ تک چلے گئے - وہان پہونچ کر دم لیا - پھر نعمان بن مقرن کو تھوڑے آدمیون کے ساتھ وہان چھوڑ کے مدینے مین واپس آئے -

ذوالقصہ سے آپ کے ہٹتے ہی بنی ذبیان اور بنی عبس نے ناگہان نقاون پر یورش کر کے انھین اور اُنکے سب رفیقون کو شہید کر ڈالا - اور یہی کارروائی مرتدون کے اور گروہون نے اپنے قریب والے مسلمانون کے ساتھ کی - یہ واقعات سُن کر حضرت صدیق کو باوجود فطری نرمی اور طبعی رحمدلی کے غصہ آگیا - اور قسم کھاکے فرمایا اِن لوگون نے جتنے مسلمانون کو مارا ہے اُتنے ہی بلکہ اُن سے زیادہ مشرکون کو جب تک قتل نہ کر لون گا مجھے چین نہ آئے گا"

اب اُسامہ اور اُن کے ہمراہی بخوبی ستا چکے تھے - اور قریب والے مرتد بھی اطراف مدینہ مین ہنگامہ مچاکے بھاگ چکے تھے لہذا حضرت صدیق جتنا لشکر فراہم ہو سکا اُسکو اور نیز اُسامہ کے تمام ہمراہیون کو ساتھ لے کر ذوالقصہ مین تشریف لے گئے - اور وہان پہونچتے ہی آپ نے سارے جزیرہ نمائے عرب کی اصلاح - اسلام کی تقویت - اور کُل فتنون کے مٹا دینے کی کارروائی شروع فرما دی - گیارہ جھنڈے بنائے اور بہادر و کار آزمودہ سردارون کو منتخب فرما کے تھوڑے تھوڑے لشکرون کے ساتھ ہر طرف روانہ فرما دیا -

پہلا جھنڈا حضرت خالد بن ولید کو دے کر اُنھین طلیحہ کے مقابلے پر بھیجا - اور حکم فرمایا کہ اُس جھوٹے مدعی نبوت کا استیصال کر کے مالک بن نویرہ پر حملہ کرین - دوسرا جھنڈا عکرمہ بن ابی جہل کو دیا اور اُنھین یمامہ کی طرف مسیلمہ کذاب کے مقابلہ پر روانہ کیا - تیسرا جھنڈا شرحبیل بن حسنہ کو عطا فرما کے ہدایت کی کہ عکرمہ کے پیچھے پیچھے چلے چلے جائین - اور یمامہ کی مہم سے فارغ ہونے کے بعد بنی قضاعہ کے علاقے پر تاخت کرین پھر بنی کندہ کی بھی اصلاح کرین جو حضرموت میں ہین - چوتھا جھنڈا مہاجر بن اُمیہ کو مرحمت ہوا - اور ہدایت ہوئی کہ یمن جا کر وہان کے مسلمان ابنائے عجم کی مدد اور اسود عنسی کے فتنے کا استیصال کرین - پانچوان جھنڈا خالد بن سعید بن عاص کو عنایت فرمایا اور حکم دیا کہ علاقہ شام کی راہ لین - ان بزرگ کو حضور سرور عالم نے اپنی زندگی مین یمن بھیجا تھا - آپ کی وفات کے بعد جب اسود نے سر اُٹھایا تو وہ اپنی جان بچاکے مدینے مین چلے آئے تھے - چھٹا جھنڈا عمرو بن عاص کو دیا اور ہدایت فرمائی کہ وہ باغیان بنی قضاعہ - بنی ودیعہ و بنی حارث کی سرکوبی کرین - ساتوان جھنڈا حذیفہ بن محصن

دے کر اہل دبا سے مقابلہ پر روانہ کیا۔ آٹھواں جھنڈا عرفجہ بن ہرثمہ کو دے کر
بنی مہرہ کے مقابلے پر بھیجا۔ یہ دونوں بزرگ حذیفہ اور عرفجہ چونکہ ایک ہی سمت جا
رہے تھے لہذا انھیں ہدایت فرمائی کہ ساتھ ہی ساتھ رہیں۔ مگر جو مہم جس کے سپرد کی گئی
ہے اُس میں سپہ سالار وہی رہے۔ نواں جھنڈا طریفہ بن حاجز کو دے کر انھیں بنی
ہوازن میں سے صرف بنی سلیم کے مقابلے پر مامور فرمایا۔ دسواں جھنڈا سوید بن مقرن
کو مرحمت فرما کے حکم فرمایا کہ ارض تہامہ یمن کی طرف جا کے وہاں کے سرکشوں کی اصلاح
کریں۔ گیارہواں جھنڈا علاء بن حضرمی کو دے کر انھیں بحرین کی طرف روانہ فرمایا۔

ان سرداروں کو روانہ کرتے وقت حضرت صدیق نے دو قسم کی تحریروں کے
مسودے تیار کیے اور اُن کی متعدد نقلیں تیار کرائیں۔ پہلی فرمان خلافت کی حیثیت
سے سرداران عساکر کے نام تھی۔ اُس کی ایک ایک نقل ہدایت نامے کے طریقے سے
ہر ہر سردار فوج کو دی گئی۔ اور اُس پر اُس سردار کا نام درج تھا۔ مضمون اُس کا
یہ تھا کہ "خدا سے ڈرتے رہو۔ نیک کام کرو۔ گناہوں سے بچو۔ جہاں پہنچو اذان
دو۔ جواب میں اگر وہاں کے لوگوں کی طرف سے بھی اذان کی آواز آئے تو حملہ
کرنے سے رُک جاؤ۔ اور اگر نہ آئے تو جدال و قتال اور تاخت و تاراج کا بازار
شروع کر دو۔" خلاصہ یہ کہ بغیر اتمام حجت کے کسی پر ہتھیار نہ اُٹھانا۔

دوسری تحریر تمام اہل عرب کے نام ایک اعلان کے طریقے پر تھی عام اس سے
کہ وہ مومن ہوں یا کافر۔ دین اسلام پر قائم ہوں یا مرتد۔ اس میں حضرت رسول خدا
صلعم کے پیغمبر مبعوث ہونے اور آپ پر لوگوں کے ایمان لانے کا تذکرہ فرما کے آپ کی
وفات کی اشاعت کی گئی تھی۔ آیات قرآنی سے ثابت کیا گیا تھا کہ مرنے سے نبوت
کی شان میں کوئی فرق نہیں آتا۔ بعد ازاں بتایا گیا تھا کہ دین حق کی پابندی کرنا فرائض
دینی کو بجا لانا۔ ہر امر میں رسول اکرم صلعم کا تابع فرمان رہنا سب لوگوں پر فرض ہے۔"
خاتمہ پر یہ لکھا تھا کہ میں نے فلاں شخص کو مہاجرین و انصار کے لشکر کے ساتھ تمھاری
طرف روانہ کیا ہے۔ وہ جہاں پہنچیں گے اذان دیں گے۔ اُن کی اذان سنتے ہی
تم بھی اذان دو۔ اور اپنے مسلمان ہونے کا اقرار و اظہار کرو۔ جو کوئی [illegible]
اور پیروی دین سے انکار کرے گا اُس سے مقابلہ کرنے اور لوٹنے مارنے کا حکم

[illegible]

قاصدون کو یہ حکم بھی دے دیا ہے کہ اس تحریر کو عام مجمعون مین پڑھ کے سُنا دیا کرین "

اس اعلانِ خلافت کو لے کر قاصدان دربارِ اسلام سپہ سالارون کے آگے آگے روانہ ہوے - جو ہر آبادی مین لوگون کو پڑھ کے سُنا دیتے - اور بتاتے کہ سردارِ فوج جو ہمارے پیچھے پیچھے آرہے ہین وہ کیا کرین گے اور اُن کا طرزِ عمل کیا رہے گا
ان سپہ سالارون کو روانہ کرتے ہی حضرت صدیق آمادہ ہوے کہ کچھ لشکر لے کر خود بھی مرتدون پر جہاد فرمائین - چنانچہ آپ کی ہمراہی کے لیے سو مہاجرین انصار جمع ہو گئے تھے اور کچھ لوگون کے آنے کا انتظار تھا کہ حضرت عمر اور حضرت علی نے اس ارادے سے روکا - اور کہا کہ موجودہ بدنظمی کی حالت مین آپ کا دار الخلافت سے نکلنا مصلحت نہین ہے - اور جب آپ نے کسی طرح نہ مانا تو حضرت علی نے بڑھ کے آپ کے گھوڑے کی لگام پکڑ لی - اور ایسے موجّہ و مدلّل طریقے سے سمجھایا کہ آپ روانگی کا خیال چھوڑ کر مدینے مین واپس تشریف لائے -

مذکورۂ بالا سپہ سالاران اسلام نے کل ممالک عرب مین پہونچکر از سرِ نو توحید کا جھنڈا بلند کیا - حضرت صدیق نے اُنکے آگے آگے اعلان فرما کے اور اُن کے پیچھے پیچھے کمکون کا سلسلہ جاری کر کے ایسی خوبی سے اعلاے کلمۃ اللہ اور کفر کے استیصال کی کوشش کی کہ آپ کے تدبر و سیاست اور نیک نفسی و مستعدی سے ایک ہی سال کے اندر سارے فتنے مٹ گئے - دینِ الٰہی از سرِ نو زندہ و قوی ہو گیا - اور یہ ایسی کارروائی تھی کہ تاریخ عالم مین اسکی نظیر نہین مل سکتی - ان عظیم الشان معرکون کی شرح و مفصل حالات بیان کرنے کے لیے بڑے بڑے دفتر بھی بہ مشکل کافی ہو سکتے ہین مسیلمہ اور اسود مارے گئے - طلیحہ اور سجاح نے بھاگ کر جان بچا لی - اور آخر کار اپنی جعلی پیمبری سے دست بردار ہو کر پھر رسالت محمدی کے قائل ہوے - سب کے بعد یمن کا جھگڑا مٹا - اور سارا عرب پھر دین محمدی کا پیرو اور دولت خلافت کے زیرِ نگین تھا -

مرتدون کی شورش جو حضور رسول صلعم کی زندگی ہی مین شروع ہو چکی تھی ایک ایسا خوفناک طوفان تھا کہ جسکے آتا زمین سب کو یہ نظر آرہا تھا کہ دین اسلام کا

خاتمہ ہو گیا - اور جناب رسالتمآب صلعم تبلیغ توحید اور ترویج دین مین جو کچھ کوششین
فرما چکے تھے سب کالعدم ہو گئین - بڑے بڑے صاحب رائے اور مستقل مزاج صحابہ
کے قدم کو لغزش ہو گئی تھی - اور سب آمادہ تھے کہ مرتدون کی بعض شرطون کو مان
لیا جائے - مگر خدا کو اپنے دین کی تکمیل منظور تھی کہ حضرت صدیق اکبر خلیفہ ہوے جنھون نے
اسلام کے اصول و ارکان مین ایک ادنیٰ سی تبدیلی بھی نہ گوارا فرمائی - فقط اپنی پامردی
و خوش تدبیری سے کامیاب ہوئے - اور سارے عرب کو پھر مسلمان اور مطیع الاسلام
بنا لیا -

علامہ ابن اثیر کہتے ہین کہ خلافت صدیقی کو مرتدون سے جو لڑائیان لڑنا پڑین
اُن کے زمانے کے متعلق لوگون مین اختلاف ہے - ابن اسحٰق کا قول ہے کہ یمامہ، یمن
اور بحرین کی فتحین اور ملک شام پر عساکر اسلام کا روانہ ہونا ۱۲ھ کے واقعات ہین
مگر ابو معشر - یزید بن عیاض اور ابو عبیدہ بن محمد بن عمار بن یاسر بالاتفاق کہتے ہین کہ
مرتدون پر تمام فتحین خالد بن ولید کی ہون یا اور سپہ سالاران اسلام کی سب ۱۱ھ مین
ہوئین - ہان مرتدون کے پامال کرنے کے بعد حضرت خالد کا عراق کی مہم پر جانا البتہ
۱۲ھ کے آغاز مین ہوا - اور یہی صحیح و مستند ہے -

مسند خلافت پر قدم رکھتے ہی حضرت صدیق کو عام قبائل عرب کے ارتداد -
مدعیان نبوت کی سازشون - اور خود مسلمانون کے اندرونی اختلاف کی وجہ سے یہ شان
نظر آئی کہ رسالت الٰہی کے ساتھ تمسخر ہو رہا ہے - اور ہر طرف پیمبری کی تضحیک ہوتی ہے -
سارا ملک اسی حالت مین ملا جس حالت مین کہ آغاز تبلیغ کے وقت رسول خدا صلعم کو
ملا تھا - یعنی ساری دنیا دین کی عداوت و دشمنی پر تلی ہوئی تھی - باوجود اس کے
حضرت صدیق کے استقلال مین ذرا بھی فرق نہ آیا - اور جس پامردی و صبر سے کوئی
پیغمبر اپنی امت کی اصلاح کرتا ہے آپ اُمت محمدی کی اصلاح کرنے لگے - اور آخر
اُن کے استقلال نے بے دینیون - ارتدادون - اور جھوٹے پیمبرون سب پر فتح پائی
علم توحید پھر پورے عرب مین لہرا رہا تھا - اور سارا جزیرۃ العرب ایک ہی دین کا پابند
اور ایک ہی کلمۂ حق کا دلدادہ تھا -

قبائل عرب ہزارہا سال سے آزاد و خود سر چلے آتے تھے - اور کوئی قبیلہ

روادار نہ ہو سکتا تھا۔ نبوی سلطنت اسلام سے سارے قبائل کو یہ دھوکا ہوا کہ پیروی دین کے بہانے ہم قریش کے غلام و فرمان بردار بنے جاتے ہیں۔ اسی خیال نے اکثر کو ارتداد و بغاوت پر آمادہ کیا۔ اور اسی خیال سے اُس عہد کے جھوٹے اور جعلی پیغمبرں نے فائدہ اُٹھایا۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے ان خرابیوں کے دور کرنے میں استقلال اور حسن تدبیر کی ایسی عجیب و غریب شان دکھائی کہ سچ یہ ہے دنیا میں آج تک یہ کام بجز انبیا علیہم السلام کے نہ کسی بادشاہ سے ہو سکا تھا نہ کسی فاتح و مدبر سلطنت سے۔ اور اسی بنا پر صاحب بصیرت علما و محققین کا قول ہے کہ "نسل آدم میں انبیا و رسل کے بعد ابوبکر سے افضل شخص نہیں پیدا ہوا۔ مرتدوں کے مقابلے میں اُنھوں نے انبیا کا کام کر دکھایا۔"

جس سال آپ خلیفہ ہوئے تھے وہ ختم نہیں ہونے پایا تھا کہ آپ نے فتنۂ ارتداد کو فنا کر کے ارتداد و بے دینی کا استیصال کر دیا۔ دوسرے سال یعنی سنہ ۱۲ھ کے شروع ہوتے ہی آپ نے سارے عرب کو علم توحید کے نیچے جمع کر کے ابنائے بادیہ کا رخ ایران و شام کی طرف پھیر دیا۔

رسول خدا صلعم ساری دنیا کی قوموں پر مبعوث ہوئے تھے۔ چنانچہ تبلیغ رسالت کے خطوط آپ نے اپنی زندگی ہی میں دنیا کے نامور سلاطین کے نام روانہ فرما دیے تھے لیکن آپ کی زندگی میں اس کی نوبت نہیں آنے پائی تھی کہ اللہ اکبر کی صدا عرب کے باہر اور غیر ملکوں کی خاک پر بلند کی جائے۔ تبوک کی لڑائی میں رومیوں سے مقابلہ کرنے کا ارادہ کیا گیا تھا مگر لڑائی کی نوبت نہ آئی۔ اور اُس غزوۂ رسالت کی بنا بھی رومیوں سے لڑنا نہ تھی۔ بلکہ آپ کا مقصد یہ تھا کہ سرحد شام کے عربی صوبے یعنی بنی غسان وغیرہ کی سرزمین کو رومیوں کی غلامی سے آزاد کرا کے مسلمان بنایا جائے۔ عربی نہ بولنے والوں اور جزیرۂ عرب کے باہر والی قوموں کے پیرو اسلام بنانے کی کوشش حضرت صدیق ہی کے ہاتھوں سے شروع ہوئی۔

عرب کے باہر ہونے کے باعث یہ تبلیغ بھی نئی شان کی تھی۔ اور یہ لڑائیاں بھی بالکل جداگانہ نوعیت رکھتی تھیں۔ جاہلیت میں عربوں کی سپہگری و شجاعت معرفت

لوٹ مار اور تاخت و تاراج میں محدود تھی۔ اُنھیں نہ ملک گیری کی ہوس تھی نہ
کسی غیر ملک و قوم پر حاکم بننے کا خیال۔ حضور سرورِ عالم نے اُن کے وہ لوٹ مار کے
جذبات دُور کرکے اُنھیں صرف موحد اور داعی توحید بنا دیا تھا۔ اب اُنکی شجاعت کا
مقصد صرف خدا پرستی کو رواج دینا اور بُت پرستی کو مٹانا تھا۔ لیکن اِس خدمتِ
فرضِ دینی کو جس حد تک عرب کے اندر انجام دینا تھا اُس کا طریقہ خود حضرت
رسول خدا صلعم اپنے طرزِ عمل سے دکھا گئے تھے۔ اور اگرچہ مرتدوں سے مقابلہ کرنا ایک
جداگانہ حیثیت رکھتا تھا مگر قوم وہی تھی جس میں رسالت ایک دفعہ پوری طرح تبلیغ
ادا کر چکی تھی۔ لیکن اب باہر کی قوموں سے سابقہ پڑا جن کی زبان دوسری تھی۔
مذہب دوسرا تھا۔ مذاق دوسرا تھا۔ خیالات دوسرے تھے۔ اور سب سے بڑی
دشواری یہ تھی کہ عرب کی قوم اُمّی۔ جاہل اور غیر متمدن تھی۔ اور وہ لوگ اعلیٰ درجے
کے تعلیم یافتہ۔ متمدن۔ ملکی و اخلاقی و فلسفی اصول و علوم و قوانین رکھنے والے
تھے۔ اور اپنے مقابلے میں عربوں کو وحشی جانوروں سے زیادہ نہ سمجھتے تھے۔

ایک طرف فارسی تھے جن کی تاریخ ہزارہا سال کے عظمت و جبروت کو اُنکے
پیش نظر رکھتی۔ اُن کا مذہب فلسفیانہ دلیلوں اور زبردست بداہتوں سے مملو تھا
اور اپنی تہذیب و معاشرت کی روشنی میں اُن کو ساری دنیا پستی اور تاریکی میں نظر
آتی تھی۔ دوسری طرف مسیحی تھے جو قدیم یونانی و رومی فلسفہ کے وارث بنے ہوئے
تھے۔ اہل عرب اپنے دلوں میں اُن کے مذہب کو سچا اور مہذب مان گئے تھے۔
اور خود اسلام اس دین کو ظہورِ رسالت محمدی سے پیشتر دینِ برحق تسلیم کر رہا تھا۔
اُن میں بیسیوں فرقے پیدا ہو گئے تھے جنھوں نے طرح طرح کی موشگافیاں کی تھیں۔
اور صدہا سال کی بحثوں اور تعلیموں نے مسیحیت کو اعلیٰ درجے کا روحانی مذہب
اور بڑی حد تک نہایت مدلل و موجہ بنا دیا تھا۔

ایسی قوموں اور ایسے مذہبوں کے سامنے حضرت صدیق اکبر کو اسلام پیش کرنا
اور اُنکو توحید و تعلیمات رسالت محمدی کا پیرو بنانا تھا۔ اسکے ساتھ یہ بھی بڑی نازک
بات تھی کہ اسلام کا جہاد اُسکی فوج کشی و تبلیغ بالکل نئے عنوان کی تھی۔ جو عرب
علم اسلام اور قرآن مجید کو ہاتھوں میں لے کر توحید کے نعرے لگاتے ہوئے نکلے تو

بت پوجنے والے تھے اُن کا مقصد اصلی فوج کشی و حملہ آوری میں نہ ملک گیری تھا نہ دوسروں کی سلطنت کو مغلوب کرنا۔ وہ حقیقت میں نہ تاج چاہتے تھے نہ تخت۔ نہ حکومت کے مشتاق تھے نہ شہنشاہی کے۔ نہ دولت کے بھوکے تھے نہ جائداد و ریاست کے۔ اُن کی غرض یہ بھی نہ تھی کہ اپنی شجاعت و زور آوری کا کمال دکھائیں۔ وہ فقط توحید کی تبلیغ اور شریعت محمدی کی اشاعت چاہتے تھے۔

ہر ادنیٰ و اعلیٰ۔ ہر مرد و زن۔ ہر امیر و غریب۔ ہر بادشاہ و وزیر سے وہ بس اتنا ہی کہتے کہ "توحید کو قبول کرو۔ رسالت محمدی کو مانو۔ پھر ہم تم برابر ہیں"۔ تمہاری سلطنت۔ تمہاری ریاست۔ تمہاری سرداری۔ تمہاری آزادی۔ تمہاری دولت اور تمہاری حشمت تمہیں مبارک۔ ہم تم سے کچھ نہیں مانگتے۔ نہ ہمیں خراج چاہیے۔ نہ ہمیں تمہارے مطیع و فرمان بردار بنانے کی ضرورت ہے۔ صرف یہ چاہتے ہیں کہ مرنے کے بعد تمہیں بھی اپنے ساتھ جنت میں لے چلیں۔ اس کو اگر تم نہیں مانتے تو اشاعت توحید کی غرض سے ہم کو تمہاری سرزمین میں آزادی حاصل ہونے کی ضرورت ہے جسکا نتیجہ یہ ہوگا کہ تمہیں شریعت اسلامیہ کا تابع فرمان بن کے رہنا پڑے گا۔ اور اس صورت میں تمہاری ہی حفاظت کے لیے ہم تمہارے ہر مستطیع شخص سے ایک خفیف سا مقررہ سالانہ ٹیکس لیا کریں گے۔ یہ نہ ہو سکے تو ہمیں اپنی شجاعت سے کام لینا پڑے گا اور تلوار فیصلہ کرے گی"۔

انہیں اصول کو پیش نظر رکھ کے حضرت صدیق نے فوج کشی و حملہ آوری کے قوانین و ضوابط بنائے۔ اور حیرت انگیز طریقے سے ساری دنیا پر آشکارا کر دیا کہ ایک ایسی قوم جسے لوٹنے مارنے اور کمال بے رحمی سے قتل و قمع کرنے کے سوا کچھ نہ آتا تھا وہی قوم چند ہی روز کے اندر کیسی متمدن جماعت۔ شائستہ امت۔ رحمدل۔ حملہ آور اور باضابطہ مصلح عالم

جہاد شام کے آغاز ہی میں جب حضرت صدیق نے یزید بن ابی سفیان کو سپہ سالار بنا کے ملک شام پر روانہ کیا ہے تو سرلشکر مجاہدین کے رخصت کرنے کو مدینے سے باہر تشریف لے گئے۔ اور تمام لشکریوں کے سامنے سپہ سالار سے مخاطب ہو کر جو تقریر فرمائی وہ ہمارے قدیم لٹریچر کا ایک نہایت ہی پاکیزہ اور مہتم بالشان نمونہ ہے۔ اور اُس سے

[illegible] مہذب
ترین قوم اور بادیہ نشین وحشیوں کو متمدن و شائستہ بنا دیا۔ آپ نے اس موقع پر فرمایا :۔

"یزید بن ابی سفیان۔ میں نے تمہیں سردار مقرر کیا ہے تاکہ تم کو آزماؤں۔ تمہارا امتحان کروں۔ اور تمہیں آگے بڑھاؤں۔ تم نے اچھا کام کیا تو پھر تمہیں اسی خدمت پر مامور کروں گا۔ اس سے زیادہ ترقی دوں گا۔ اور تم اچھی خدمت نہ انجام دے سکے تو معزول کر دوں گا۔

"سنو۔ ہر وقت خدا سے ڈرتے رہو۔ اس لیے کہ جس طرح وہ تمہارے ظاہر کو جانتا ہے تمہارے باطن کو بھی جانتا ہے۔ سب سے اچھے وہ لوگ ہیں جو خدا پر بھروسا کرنے میں نہایت ثابت قدم رہیں۔ اور خدا کے سب سے زیادہ مقرب بندے وہ ہیں جو ہر معاملے میں اس کا تقرب ڈھونڈھیں۔ اور اس کوشش میں خوب استقلال دکھائیں۔ خبردار عہد جاہلیت کے نخوت و تکبر سے بچتے رہنا۔ خدا غرور و نخوت سے اور اس شخص سے جس میں برائیاں ہوں نفرت کرتا ہے۔

"جب تم اپنے لشکر میں ہونا تو لوگوں سے باخلاق پیش آنا۔ اور تمہارے برتاؤ کی ابتدا حسن سلوک سے ہو۔ انھیں نصیحت کرنا تو مختصر الفاظ میں۔ اس لیے کہ زیادہ گوئی میں ایک بات دوسری کو بھلا دیتی ہے۔ خود اپنے نفس کی اصلاح کرنا۔ اسی سے تمہارے ہمراہیوں کی بھی اصلاح ہو جائے گی۔ نمازوں کو ان کے معینہ اوقات میں پورے رکوع و سجود اور نہایت ہی خضوع و خشوع کے ساتھ ادا کرنا۔ تمہارے پاس دشمنوں کے ایلچی آئیں تو ان کی تعظیم کرنا۔ مگر انھیں اپنے لشکر میں ٹھہرنے کا بہت کم موقع دینا۔ تاکہ جائیں تو تمہارے لشکر کی باتوں سے ناواقف جائیں۔ ان کو اپنے لشکر میں نہ پھرنے دینا۔ اس سے انکو تمہاری کمزوریوں کا پتہ لگ جائے گا۔ اور جن باتوں سے تمہیں آگاہ ہو ان کو وہ کبھی نہ جاننے پائیں۔ ان کو اپنی لشکرگاہ کے سب سے زیادہ پُرشوکت حصے میں ٹھہرانا۔ اور اپنے لوگوں کو ان سے باتیں کرنے کا موقع نہ دینا۔ بلکہ تم ہی ان سے گفتگو کرنا۔

"اپنی راز کی باتوں کو آشکارا نہ کرنا۔ اس سے تمہارے بھید لوگوں کو معلوم [illegible]

[illegible] چپ [illegible]

ہو صحیح صحیح بیان کر دینا - تاکہ مشورہ بھی سچا ملے - مشیروں سے اپنے معاملات کو
پوشیدہ نہ رکھنا - راتوں کو اپنے لوگوں میں بیٹھ کر اُن سے باتیں کیا کرنا - تاکہ لشکر
کے حالات معلوم ہوتے رہیں - اور تمھاری آنکھوں کے سامنے پردے اُٹھیں -

لشکر گاہوں میں چوکی پہرے اور گشت لگانے والوں کی کثرت رکھنا - اور
اُنھیں لشکر کے ہر طرف پھیلا دینا - پہرے والوں کو بے خبر کیے اگر اُنکے پاس جا پہونچنا
اور جس کسی کو غافل پانا شائستگی کے ساتھ اُس کی تادیب کرنا اور اُسے سزا دینا -
مگر سزا دینے میں سختی اور زیادتی نہ کرنا - راتوں کو پہرے والوں کی باریاں مقرر کرنا -
اور اول شب کی باری آخر شب کی باری سے زیادہ لمبی رکھنا - اس لیے کہ اول شب
کا پہرہ آسان ہوتا ہے -

"جو لوگ سزا کے مستحق ہوں ان کے حق میں کمی نہ کرنا - مگر اسکے ساتھ یہ بھی خیال
رہے کہ سزا دینے میں کثرت اور عجلت نہ ہو - اور نہ اس طریقے سے سزا دی جائے کہ
لوگوں کو ذلیل کرنا مقصود ہو -

"اپنے لشکر کے حالات سے غافل نہ ہونا - اور اس غرض سے جاسوسی کرنا کہ
لوگوں کو رسوا کرنا مقصود ہو - لوگوں کے پوشیدہ حالات کا پتہ لگانے کی کوشش نہ کرنا
بس اُسی حالت کے معلوم کرنے پر بس کرنا جو ظاہری اور کھلی ہوئی ہو - فضول گپیں
اُڑانے والوں کے پاس نہ بیٹھنا - ہاں اہل صدق و صفا سے صحبت اور ربط و ضبط
رہے - اور ملنے جلنے میں راست بازی کا برتاؤ ہو -

"خبردار تم سے بزدلی نہ ظاہر ہو - ورنہ سب بزدل ہو جائیں گے - فضول خرچی
سے بچتے رہو - اس لیے کہ وہ محتاج بناتی اور تائید الٰہی سے محروم کرتی ہے -

"عنقریب تم ایسے لوگوں کو دیکھو گے جو اپنی خانقاہوں میں خاموش بیٹھے رہے
ہیں - ان کی خموشی میں فرق نہ ڈالنا اور اُن سے تعرض نہ کرنا"

بڑے بڑے [illegible] نے ان نصیحتوں کو والیان ملک [illegible]
میں بہترین ہدایتیں تسلیم کیا ہے - اور سچ یہ ہے کہ ان سے بہتر نصیحتیں نہیں ہو سکتیں -
ان کے علاوہ حضرت صدیق اکبر نے اور نصیحتیں بھی فرمائی ہیں جو دشمنوں کے

ساتھ برتاؤ اور مفتوحہ ممالک کی رعایا کے ساتھ سلوک کرنے سے تعلق رکھتی ہیں مثلاً یہ کہ "عورتوں - بوڑھوں - اور بچوں پر ہاتھ نہ اُٹھانا - بجز لڑنے والوں کے اور کسی سے تعرض نہ کرنا - پھل دار درختوں کو نہ کاٹنا - کھیتوں کو برباد نہ کرنا - جو عہد کرنا اُس پر قائم رہنا - جس سے کچھ اقرار کرنا اُس سے نہ پھرنا - تم میں سے کوئی بھی کسی سے کوئی قول یا اقرار کرے اُس کی پابندی تم سب کو کرنی چاہیے - جو لوگ اسلام قبول کریں تمھارے بھائی ہیں - اور تمھارے اُن کے حقوق میں کوئی فرق نہیں - جو لوگ جزیہ دینا قبول کریں وہ تمھاری ضمانت و کفالت میں آگئے - ان کو اگر کسی سے کوئی جان و مال کا ضرر پہونچ جائے تو تم اُس کے ذمہ دار ہو - جو لوگ لڑیں اُن سے لڑو - مگر جس وقت وہ پناہ مانگیں فوراً پناہ دو"

یہ نصیحتیں تھیں جن کو گرہ میں باندھ کر مجاہدین اسلام ۱۲ھ کے آغاز میں مدینے سے روانہ ہوے - اور ہمیشہ اور ہر حال میں ان ہدایتوں پر عمل کرتے رہے - جس کی برکت یہ تھی کہ نہ کوئی لشکر فارس اُن کا مقابلہ کر سکا - نہ کوئی پلٹن روم اُنھیں شکست دے سکا - دو ہی چار لڑائیوں میں دھاک بیٹھ گئی - اور جن شہروں کے قریب پہونچتے وہاں کی رعایا تمنا کرتی کہ ہم پر عربوں کی حکومت ہو جائے -

انجام یہ ہوا کہ مثنی بن حارثہ نے ایران پر حملہ کیا - اور دوسری طرف یزید بن ابی سفیان حضرت معاویہ کے بڑے بھائی شام کے شہروں میں پہونچے - ایران میں تھوڑی ہی مشق سپہگری ہونے پائی تھی کہ حضرت خالد بن ولید بھیجے گئے جنھوں نے پہونچتے ہی پہلے اُبلہ اور برسولہ پر قبضہ کیا - پھر شہر حیرہ کو مطیع فرمان بنایا - کاظمہ میں پہونچکر معرکۂ ذات السلاسل سر کیا - حصن المراۃ پر قبضہ کر لیا - نہر مثنی کے کنارے دشمنوں کو شکست دی - پھر دلجہ - الیس - انبار - عین التمر اور حصید وغیرہ میں دشمنوں کو زیر کیا تھا کہ رومیوں کی زبردست یورش کی وجہ سے اُنھیں حکم ہوا کہ ملک شام میں جا کر وہاں کے مجاہدین اسلام کی کمک کریں - ان فتحوں نے ساسانی سلطنت کا نظام درہم برہم کر دیا - جو فارسی سردار آیا مارا گیا - اور جس عجمی لشکر نے عربوں کا مقابلہ کیا میدان چھوڑ کے بھاگا -

حضرت خالد کا عراق سے شام میں جانا بھی دنیا کی عظیم ترین مہموں میں ہے -

راستہ میں جیت تک سپہ آپ نے گیا و متصل شام تھا۔ اُس میں بیا سمجھ بدوی عرب پھیلے ہوئے تھے۔ جن کی نسبت کہا جاتا ہے کہ اُن کو بخت نصر نے عرب سے لا کر یہاں آباد کیا تھا۔ یہ بیرونی عرب ابھی تک ایمان نہیں لائے تھے۔ بہت سی منزلیں ایسی تھیں جہاں صدہا کوس تک پانی کا پتہ نہ تھا۔ حضرت خالد نے بڑی بہادری سے یہ ہفتخوان طے کی۔ حدود اور مضیح میں سرکش اور زبردست قبائل عرب کو شکستیں دیں۔ یہ مضیح وہ مقام ہے جہاں صہبا بنت حبیب مسلمانوں کے قبضے میں آئیں اور خالد ہی کی تلوار نے اُنھیں اُس دشت سے لا کے حضرت علی کی حرم کی زیب و زینت بنایا۔ پھر خالد بیر قراقر اور بیر توی کی مہین سر کرتے ارک۔ سوارین۔ فضح او تدمر کو قلمرو خلافت میں شامل کرتے ہوئے ثنیہ میں پہونچے۔ جہاں سے حضرت رسالت کے عطا کیے ہوئے علم رایۃ العقاب کا پھریرا کھولا گیا۔ اور ملک شام میں اُنکی تلوار چمکی۔ تدمر بڑا پُرانا شہر تھا جس کو ملکۂ زنوبیہ کا مرکز سلطنت ہونے کا تاریخی فخر حاصل تھا۔ آگے بڑھ کر خالد نے مرج راہط میں فتح حاصل کی۔ پھر شہر بصری کو فتح کیا اور اجنادین میں فتح عظیم حاصل کر کے دمشق کا محاصرہ کر لیا۔

جہاد کی یہ برکتیں بتا رہی ہیں کہ حضرت صدیق کا عہد حضور سرور عالم کے بعد اسلام کا بہترین زمانہ تھا۔ جس سے اچھا دور پھر اسلام کو کبھی نہ نصیب ہوا۔ آپ کو بجز پیروی دین اور اُمت محمدی کی فلاح کے کسی چیز سے سروکار نہ تھا۔ آپ کی زندگی دینی دولت اور قومی سلطنت کے منتظم و مہذب بنا دینے کا اعلیٰ ترین نمونہ تھی۔ جس سے اچھا طرز حکمرانی دنیا کی کسی جمہوری سلطنت میں بھی نہیں نظر آ سکتا۔

اسکی اصلی وجہ یہ تھی کہ جو سادی زندگی ایک خوش باش شریف مکہ کی حیثیت سے آپ نے شروع کی تھی اُس کو آخر تک نباہ دیا۔ سارے عرب پر حکمران ہو جانے۔ ایران و روم پر غالب آ چکنے۔ اور دو ہی سال کے اندر ایک زبردست با سطوت شہنشاہ بن جانے کے بعد بھی آپ کی حالت و وضع اور کردار و رفتار میں کسی قسم کا تغیر نہ ہونے پایا۔

مدینے کی ایک شریف صحابیہ اُنسیہ کہتی تھیں کہ "ابوبکر خلیفہ ہونے کے قبل تین سال، اور خلیفہ ہو جانے کے بعد ایک سال ہمارے ساتھ رہے۔ معمول تھا کہ پاس

پڑوس کی لڑکیاں اپنی بھیڑیں اور بکریاں لے کر آپ کے پاس آتیں اور آپ اُن کو دودھ دُوہ دیا کرتے۔ جب مسند نشین خلافت ہوئے تو کسی عورت نے کہا "اب وہ ہماری بکریاں کیوں دوہنے لگے؟" یہ الفاظ آپ کے گوش گذار ہوئے تو فرمایا "نہیں اپنی جان کی قسم میں اسی طرح تمہاری بکریاں دودھ دیا کروں گا جیسے کہ پہلے دُوہا کرتا تھا۔ امید ہے کہ خلافت میرے ذاتی معمولات میں فرق نہ ڈالے گی"

حضرت عمر کا معمول تھا کہ روزانہ کو ایک اندھی عورت کے پاس جاکر اس کے ضروری کام کر دیا کرتے۔ چند روز بعد یکایک یہ نظر آیا کہ کوئی اور شخص اُن سے پہلے آکر اُس کے کام کر جاتا ہے۔ ایک دن چھپ کر بیٹھے کہ دیکھیں یہ کون صاحب ہیں۔ تھوڑی دیر بیٹھے ہوں گے کہ حضرت صدیق کی صورت دکھائی دی اور معلوم ہوا کہ وہی مخفی طور پر آکے روزانہ اس کی حاجتیں پوری کر جاتے ہیں۔ یہ اُنکی خلافت کا زمانہ تھا۔

عہد صدیقی نے چند ہی روز کے اندر مرتدوں، باغیوں اور فارس و روم کی زبردست باقاعدہ فوجوں کو پیہم شکستیں دے کر مسلمانوں کو یقین دلا دیا کہ ہماری حق پرستی و راستبازی بڑی آسانی سے کفار کے زبردست گروہوں اور باطل پرستوں کی بڑی بڑی قوتوں کو شکست دے سکتی ہے۔ سچ یہ ہے کہ حضرت فاروق اعظم کی تمام فتحیں اُسی کاروائی کا ضمیمہ تھیں جس کی بنیاد حضرت صدیق کے زبردست ہاتھوں سے پڑ چکی تھی۔ اور یہی وجہ ہے کہ حضرت عمر جناب صدیق کو "سیدنا" کہہ کے یاد فرماتے اور اپنے آپ کو اُن کے ایک ادنیٰ کے برابر بھی نہ جانتے۔

حضرت صدیق کے عہد کی برکتوں اور عالمگیریوں نے اپنے آغاز ہی میں مسلم بادیہ نشینان عرب کو بڑا دولتمند اور نہایت ہی ذی ثروت بنا دیا تھا۔ مگر خود وہ شخص جو سارے عرب پر حکمران تھا اور روم و شام اور عراق و عجم کا شہنشاہ بنا ہوا تھا کتنی دولت رکھتا تھا؟ اس کا اندازہ ذیل کے واقعات سے ہو سکتا ہے۔

جب مسند خلافت پر بیٹھ لیے اور تمام لوگ بیعت کر چکے تو فروخت کے لیے کاندھے پر چادریں ڈال کے بازار کی طرف چلے۔ اس لیے کہ ایک مدت سے بزازی آپ کا پیشہ اور ذریعہ معاش تھی۔ حضرت عمر نے جاتے دیکھ کر پوچھا "کہاں؟" فرمایا "بازار" انھوں نے عرض کیا "اب آپ مسلمانوں کے سردار [illegible] بازار

[illegible] اہل و عیال بھوکون مرینگے تو پھر کیا کرونگا" جواب دیا [illegible]

حضرت فاروق نے کہا" تو ابوعبیدہ کے پاس چلیے - وہ بیت المال سے آپ کے لیے کچھ مقرر کر دین گے۔"

ابتداے خلافت صدیقی مین داروغہ بیت المال حضرت ابوعبیدہ ہی مقرر ہوے تھے۔ اس لیے کہ رسول خدا صلعم نے اُنھین "امین الامۃ" کا خطاب عطا فرمایا تھا۔ پھر جب وہ جہاد پر گئے تو اُن کا کام بھی خود حضرت صدیق نے اپنے ذمے لے لیا۔

الغرض حضرت عمر آپ کو لے کر حضرت ابوعبیدہ کے پاس پہونچے اور کیفیت بیان کی۔ اُنھون نے اس مقدار مین وظیفہ مقرر کر دیا کہ ایک اوسط درجے کے مہاجر کی زندگی بسر ہو سکے۔ اسکے علاوہ گرمیون اور جاڑون کے کپڑے بھی مقرر کیے مگر اس شرط کے ساتھ کہ جب وہ پرانے ہون تو اُن کو بیت المال مین داخل کر کے اُنکے عوض نئے کپڑے لے لیا کرین۔

اس طریقے سے حضرت صدیق کے لیے روزانہ آدھی بکری اور لباس مقرر ہو گیا لیکن اس کا بھی بے لوث طبیعت پر اتنا بار تھا کہ ایک دن مسلمانون کے مجمع عام مین فرمانے لگے "سب لوگ جانتے ہین کہ مین ایک پیشہ کرتا تھا جس سے میری اور میرے اہل و عیال کی زندگی بسر ہوتی تھی۔ اب مسلمانون کے انتظامی معاملات مین اس درجہ مصروفیت ہے کہ تجارت کی فرصت ہی نہین ملتی۔ ایسی حالت مین ابوبکر کا خاندان امت کے خزانے سے لے کر نہ کھائے تو کیا کرے؟"

اور یہ بھی فقط کہنے کے لیے تھا۔ ثابت یہ ہوتا ہے کہ اُنھون نے اس بار کو اپنے ذمے رہنے نہین دیا۔ چنانچہ مرض موت مین اپنی صاحبزادی حضرت اُم المومنین عائشہ صدیقہ سے فرمایا "ہم نے جب سے انتظام خلافت ہاتھ مین لیا ہے نہ کبھی مسلمانون کے مال مین سے کوئی درہم کھایا ہے نہ کوئی دینار۔ بلکہ ہم نے بہت ہی معمولی غذا کھائی۔ اور موٹے جھوٹے کپڑے پہنے۔ اب اس وقت غنیمت کی جائداد مین سے میرے پاس یہ اونٹنی ہے جس کا ہم دودھ پیتے ہین۔ یہ غلام ہے جس سے کام لیتے ہین۔ اور یہ چادر ہے جسکو اوڑھے ہوے ہین۔ میرے مرنے کے بعد ان تینون چیزون کو عمر کے پاس بھیج دینا

کہ ان کو پھر بیت المال مین داخل کر لین"

چنانچہ آپ کی آنکھین بند ہوتے ہی حضرت صدیقہ نے تینون چیزین جناب فاروق کی خدمت مین بھیجدین۔ اُنھون نے دیکھا تو زار و قطار رونے لگے۔ اور رونے کا سلسلہ دیر تک جاری رہا۔ روتے تھے اور بار بار کہتے تھے "خدا ابوبکر پر رحمت کرے اپنے جانشین کو اُنھون نے کیسی مصیبت مین ڈال دیا"۔ پھر حکم فرمایا کہ "وہ چیزین لیکر احتیاط سے رکھی جائین"۔

حضرت عبدالرحمن بن عوف پاس بیٹھے ہوئے تھے یہ حکم سنتے ہی بگڑ کے بولے "کیا آپ ان چیزون کو ابوبکر کے وارثون سے لیں گے جن کی کچھ قیمت بھی نہین ہو سکتی۔ حکم دیجیے کہ اُنھین کے پاس پہونچا دی جائین"۔ حضرت عمر نے فرمایا "رسالت محمدی کی قسم میرے عہد مین یہ تو نہ ہوگا کہ ابوبکر اس ذمہ داری سے بری ہو جائین اور مین اس بوجھ کو اپنی گردن پر لے لون"۔ حضرت فاروق اعظم کے اس مختصر جواب ہی سے فیصلہ ہو گیا کہ اُن کے جانشین مقرر فرمانے مین حضرت صدیق نے اسلام پر کتنا بڑا احسان کیا۔

ماسوا اسکے حضرت صدیق نے انتقال کرتے وقت وصیت فرما دی کہ "میری فلان زمین بیچ ڈالی جائے اور مین نے خزانۂ خلافت سے جو کچھ لیا ہے اُسکے معاوضے مین اُسکی قیمت داخل کر دی جائے"۔

مدینے مین تشریف لانے کے بعد حضرت رسول اکرم صلعم نے اُن مین اور خارجہ بن زید انصاری مین بھائی چارہ کرا دیا تھا۔ لہذا آپ کا قیام اُنھین کے مکان پر مقام سنح مین تھا۔ اور خارجہ نے اپنی صاحبزادی حبیبہ کو آپ کے عقد مین دیدیا تھا۔ آغاز خلافت مین بھی اُنھین کے مکان مین رہتے رہے۔ اور وہین بیت المال کے لیے ایک مکان مخصوص کر لیا تھا۔ پھر جب ضرورت سے مجبور ہو کر مدینے کے اندر اپنے اُس خاص مکان مین اُٹھ آئے جو مسجد نبوی سے متصل ابتدائے ہجرت ہی کے وقت آپ کے لیے تعمیر ہوا تھا تو خزانے کو بھی یہین منتقل کر لائے۔ مگر اُس کی کنجی اپنے پاس رکھتے تھے۔ اور اُس پر کوئی چوکی پہرہ بھی نہ تھا۔ کسی نے کہا "آپ خزانے پر پہرہ کیون نہین مقرر فرماتے؟" کہا "اسکی کچھ ضرورت نہین ہے" اور ضرورت بھی کیا تھی کیسے؟ آپ کا برابر معمول یہ تھا کہ جو کچھ آتا روز غریبون اور محتاجون مین تقسیم

فرما دیتے۔

تقسیم میں یہ طریقہ تھا کہ کسی درجے اور مرتبے کا بالکل لحاظ نہ کرتے اور سب کو برابر دیتے۔ اس پر بعض لوگوں نے اعتراض کیا تو فرمایا "جو لوگ ایمان لائے ہیں انکو خدا کی طرف سے بیشک حسب مرتبہ ثواب ملے گا مگر دنیا تو بلا لحاظ دینے کے لیے ہے"۔ بخشش اور فیاضی کا طریقہ یہ تھا کہ جاڑوں میں کپڑے خرید کر بیواؤں میں تقسیم فرماتے۔ اونٹ۔ گھوڑے اور اسلحہ خرید خرید کے خدا کی راہ میں دیتے۔ آپ کی وفات کے بعد دیکھا تو بیت المال میں کچھ نہ تھا۔ تھیلیاں اُلٹ اُلٹ کے جھاڑیں تو ایک میں سے ایک دینار گر پڑا۔ بس یہی رقم تھی جو وفات کے بعد خزانۂ خلافت میں نکلی۔

آپ کی احتیاط و اتقا کا سب سے زیادہ عجیب اور عبرتناک واقعہ یہ ہے کہ ایک بار آپ کی محترم بیوی کا جی چاہا کہ مٹھائی کھائیں۔ مقدس شوہر سے کہا تو یہ جواب ملا کہ "ہمارے پاس اتنے دام نہیں ہیں کہ تمھارے لیے مٹھائی خریدیں"۔ انھوں نے کہا "اچھا آپ نہ دیجیے۔ اس کا میں خود انتظام کر لوں گی۔ روزانہ خرچ سے کچھ پیسے بچا لیا کروں گی۔ جب کافی مقدار میں جمع ہو جائیں تو آپ مٹھائی منگوا دیجیے گا"۔ فرمایا "اس کا تمھیں اختیار ہے"۔ اس قرارداد کے مطابق بیچاری نے ایک مدت میں تھوڑے سے کے دام جمع کیے۔ اور آپ کو دیے کہ بازار سے منگوا دیجیے۔ آپ نے وہ رقم بیت المال میں جمع کر دی۔ اور فرمایا "یہ رقم ہماری ضرورت غذا سے زیادہ تھی"۔ اسی قدر تھیں جتنے پیسے وہ بیچاری روز بچا یا کرتی تھیں اُتنے اُن کے نفقے میں سے گھٹا دیے۔ اور اُن کو بیت المال کا حق قرار دیا۔ یہ اس درجے کا اتقا ہے جس سے بڑھ کے نہ کہیں دیکھا گیا ہے نہ کبھی سنا گیا۔

باوجودیکہ مرتدوں اور باغیوں نے حد سے زیادہ ستایا۔ ایران و روم کی لڑائیوں نے دشمنوں پر غصہ دلایا مگر آپ کی متانت و رحمدلی میں کبھی فرق نہ آنے پایا۔ بالطبع رقیق القلب اور ہر ایک کے حال پر مہربان واقع ہوے تھے۔ ایک دن کسی شخص پر بہت برہم ہوے۔ اور اس قدر غصہ آیا کہ آپے سے باہر ہو گئے۔ کسی نے کہا "تو آپ کیوں نہیں حکم دیتے کہ اسکی گردن مار دی جائے؟" فرمایا "سبحان اللہ! اس کا حق تو سوا رسول اللہ صلعم کے اور کسی کو نہیں حاصل ہے"۔

حضرت عمرو بن العاص اور شرحبیل بن حسنہ نے شام سے ایک بطریق [illegible]
ینان کا سر حضرت صدیق کے ملاحظے میں بھیجا - آپ نے اس کو ناپسند فرمایا تو عقبہ نے جو صحبت میں حاضر تھے کہا "وہ لوگ بھی تو ہمارے ساتھ یہی سلوک کرتے ہیں؟" فرمایا "تو کیا تم فارس و روم کی سنت پر چلوگے؟" پھر اسی وقت تمام سرداران فوج کے نام فرمان جاری کیا کہ "دشمنوں کے سر خبردار میرے پاس نہ بھیجے جایا کریں - خط لکھنا اور اطلاع کر دینا کافی ہے"

اسلام پر حضرت صدیق کا ہمیشہ قائم رہنے والا احسان یہ ہے کہ قرآن مجید آپ ہی کی کوشش سے مرتب ہوا اور محفوظ رہا - اس میں شک نہیں کہ قرآن کا اصلی محافظ خود خداوند جل و علا ہے - مگر اس رب العزت نے اپنی اس رحمت و برکت کو جس مبارک ذات کے ذریعے سے ظاہر فرمایا وہ حضرت صدیق اکبر ہی کی ذات بابرکات ہے - اس وقت تک قرآن مجید ایک جلد میں جمع اور مرتب نہیں کیا گیا تھا - متفرق اور منتشر سورتیں اور آیتیں کچھ لکھی ہوئی تھیں اور کچھ اُن قاریوں کے سینوں میں محفوظ تھیں جو حضور سرور عالم کے عہد مبارک میں آیات قرآن کو یاد کر لیا کرتے تھے -

مسیلمۂ کذاب کے مقابل جنگ یمامہ میں صحابہ کے ساتھ بہت سے قاریان قرآن بھی شہید ہو گئے تو حضرت عمر کو خیال آیا کہ اگر اسی طرح اور قراء قرآن بھی شہید ہو گئے تو قرآن کی سورتوں اور آیتوں کا یکجا کرنا دشوار ہو جائے گا - اپنا یہ اندیشہ حضرت صدیق پر ظاہر کیا - آپ نے فرمایا "تمہارا اندیشہ تو بجا ہے مگر جس کام کو خود رسول اللہ صلعم نے نہیں کیا میں کیسے کر سکتا ہوں؟" حضرت فاروق نے جواب دیا "جو کچھ ہو - مگر یہ کام خدا کی قسم اچھا ہے" پھر یہاں تک اصرار کیا کہ حضرت صدیق کے دل میں یہ بات کھٹکنے لگی - اور آپ نے حضرت زید بن ثابت کو جو صحابہ میں اعلیٰ درجے کے مستند قاری قرآن تسلیم کیے جاتے تھے بلا کے اُن پر یہ اندیشہ ظاہر کیا - پہلے تو انھوں نے بھی یہی کہا کہ جس کام کو رسول خدا صلعم نے نہیں کیا میں کیسے کروں؟" لیکن سمجھانے اور بار بار اصرار کرنے سے انکو بھی اسکی ضرورت محسوس ہوئی - اور اس اہم کام کے انجام دینے پر آمادہ ہو گئے - مگر انھیں یہ کام اس قدر اہم اور اتنا بڑا بار گراں نظر آتا تھا کہ سمجھ میں نہ آتا اس اسلامی و دینی خدمت کو کیسے انجام دے سکوں گا -

قرآن مجید کی آیتین اور سورتین کپڑے کے ٹکڑون - اونٹ کے شانے کی ہڈیون
کھالون - جھلیون - اور پتون پر لکھی ہوئی تھین اور بہت سے لوگون کے سینون مین
محفوظ تھین - اس لیے کہ اُسوقت تک موجودہ کاغذ نہین ایجاد ہوا تھا - حضرت زید
نے اُن سب کو اُسی ترتیب سے جس طرح کہ رسول اللہ صلعم کے زمانے مین سورتون کے
اندر مرتب تھین یکجا کرکے کتاب کی صورت مین لکھا - اور اُس ساری وحی کو جو حضور رسول خدا
صلعم پر نازل ہوئی تھی قلمبند کر لیا - اور یون قرآن مجید عہد صدیقی مین مرتب و مکمل ہو گیا -
یہ زید بن ثابت کا لکھا ہوا نسخہ حضرت صدیق کی زندگی مین آپ ہی کے پاس رہا -
آپ کے بعد حضرت فاروق کی حفاظت مین آیا - اُن کے بعد اُنکی صاحبزادی حضرت
اُم المومنین حفصہ کے پاس تھا - حضرت عثمان ذی النورین کے عہد مین جب قرأت و تلاوت
قرآن مین اختلاف پڑا - مختلف قبائل کے لوگ اپنے اپنے لہجون اور محاورون کے
مطابق جدا جدا قرأتون مین تلاوت کرنے لگے - اور یہ جھگڑا حضرت ذی النورین کے
سامنے پیش ہوا تو آپ نے حضرت زید کے مرتب کیے ہوے اُس نسخے کو جناب حفصہ
سے منگوا کر قریش کے محاورے اور لہجے کے مطابق اُس کی تصحیح کی - لغت قریش کو
اصلی معیار قرار دے کے اختلافات کو دُور کیا - پھر اُس صحیح شدہ نسخے کی متعدد نقلین
کرائین - اُنکو مختلف ممالک مین بھیجا - اور حکم نافذ فرمایا کہ اسی کے مطابق تلاوت کی
جایا کرے - اسی تصحیح و اشاعت کی وجہ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو جامع قرآن کہا جاتا ہے ورنہ
آیات قرآنی کے پہلے محافظ اور مرتب کرنے والے حضرت صدیق اکبر ہی ہین -

جناب صدیق اکبر کو حضرت رسول خدا صلعم کا اس قدر ادب ملحوظ خاطر تھا کہ ایام
خلافت مین منبر پر کھڑے ہوتے تو کبھی اوپر والے زینے پر قدم نہ رکھتے جس پر حضور سرور
عالم کھڑے ہوا کرتے تھے - ہمیشہ اُسکے نیچے والے زینے پر کھڑے ہوتے -

ایک دن منبر پر کھڑے خطبہ پڑھ رہے تھے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے جن کا
ابھی بچپن کا زمانہ تھا آپ کو اپنے نانا رسول اللہ صلعم کے منبر پر دیکھ کر فرمایا "میرے باوا
کی جگہ پر سے اُترو" حضرت صدیق نے فوراً اُنھین گود مین اُٹھا لیا اور کہا "صاحبزادے
آپ سچ کہتے ہین - یہ رسول اللہ صلعم ہی کی جگہ ہے" اتنا کہا اور حضرت رسالت کے
دنیا سے اُٹھ جانے پر زار و قطار رونے لگے - اس موقع پر حضرت علی بھی تشریف رکھتے تھے

خیال کیا کہ یہ میری تحریک ہے تو مجھی پر ... ہے - فرمایا تم میرا ... [illegible] ... حضرت ... [illegible]
جوش گریہ کو دبا کے کہا "بے شک آپ کو اس سے کچھ تعلق نہیں ہے - اور نہ میں آپ
کو الزام دیتا ہون"

حضرت صدیق اس زمانے کے اول درجے کے خطیب تھے - عہد صحابہ مین
وہی بزرگ اعلیٰ درجے کے فصیح البیان اور بہترین اسپیکر اور آرٹر مانے گئے ہین -
اول حضرت صدیق دوسرے حضرت علی - علم انساب عرب مین بھی آپ سے بڑا کوئی ماہر
نہ تھا جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہین - تاریخ قبائل عرب کے جاننے ہی کی وجہ سے حضور
سرور عالم نے حسان بن ثابت کو شعرائے قریش کا رد و قدح کرنے مین حضرت صدیق
اکبر کے مشورہ لینے کا حکم دیا تھا - اس لیے کہ اُنکے نسبون اور اُن کی نازک حالتون
کا جاننے والا آپ سے بڑھ کر کوئی نہ تھا -

اسی طرح خوابون کی تعبیر کہنے مین بھی آپ کو اعلیٰ ترین ملکہ حاصل تھا - تعبیر
رویا در اصل کمالات نبوت کا ایک شعبہ ہے - اور امام فن رؤیا محمد بن سیرین فرماتے
ہین کہ "سب سے بڑے خواب کی تعبیر بتانے والے ابوبکر صدیق تھے"

عہد خلافت مین کسی امر کا فیصلہ کرنے اور احکام شرع جاری کرنے مین آپ
ایک بہترین مجتہد کا کمال ظاہر ہوتا - اور سچ یہ ہے کہ اسلام مین اجتہاد و افتا کی بنیاد آپ
ہی کی ذات سے پڑی - سب سے پہلے قرآن شریف سے استدلال فرماتے - قرآن
خاموش ہوتا تو سنت رسول صلعم کی جستجو فرماتے - خود کوئی حدیث نہ معلوم ہوتی تو صحابہ
سے دریافت فرماتے - اُن سے بھی اس بارے مین کوئی حدیث نہ ملتی تو اکابر صحابہ کو
جمع کر کے اُن سے مشورہ کرتے - اسی وقت سے فقہا کو یہ اصول اجتہاد ملا کہ احکام
شرعی کا پتہ لگانے کے لیے پہلے کتاب اللہ سے پھر حدیث نبوی سے پھر اجماع سے کام
لیا جائے - پھر جب نئے اجماع کا فیصلہ حاصل کرنا دشوار ہوا تو مجتہدین کو قیاس سے
کام لینا پڑا جس سے محدثین اہل سنت مدتون بھاگتے رہے تھے - مگر بغیر اسکے چارہ
کیسے تفقہ میں کام نہ چل سکا -

آپ کے عہد مین وارد قرآن ... [illegible] ... جیسا کہ ہم ... [illegible] ... جمع کیا
تھے - اُن کے ... [illegible] ... کے بعد ... آپ نے اس کام کو اپنے ہاتھ مین لے لیا -

تا نہیں حضرت عمر رضہ منشی و کاتب کی خدمت حضرت عثمان حضرت علی اور حضرت زید بن ثابت انجام دیتے تھے - لیکن انھین بزرگون پر موقوف نہین آپ کا معمول تھا کہ جو لکھا پڑھا پاس بیٹھا ہوتا اُس سے یہ کام لے لیتے -

محدثین نے حضرت صدیق سے ۱۴۱ حدیثین روایت کی ہین - اور صحابہ کے دیکھتے یہ مقدار کم ہے - اس کمی کی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ تابعین کو جس وقت احادیث کی جستجو ہوئی اُس سے بہت پیشتر حضرت صدیق دنیا سے رخصت ہو چکے تھے -

حضرت صدیق کی انگوٹھی پر منقوش تھا "نعم القادر اللہ" یعنی اچھا قدرت رکھنے والا اللہ ہے - مگر فرمانون اور معاہدون پر جو مُہر کی جاتی وہ وہی حضرت رسول علیہ السلام کی مُہر تھی - جس پر "محمد رسول اللہ" منقوش تھا -

شام مین صحابہ شہر دمشق کا محاصرہ کیے ہوے تھے - ایران کی فتحون کا جوش ذرا دھیما تھا - اور جاڑون کا موسم تھا کہ دوشنبہ کے روز ۷ جمادی الاخری ۱۳ھ کو آپ ٹھنڈے پانی سے نہائے - اُس نے نقصان کیا - اور بخار چڑھ آیا - پانچ ہی دن مین گھر سے نکل کے مسجد مین آنے کی طاقت نہ رہی - اور نظر آگیا کہ یہی بخار مرض موت ہے - حضرت عمر فاروق کو اپنی جگہ نماز پڑھانے کا حکم فرمایا - چنانچہ پندرہ روز تک وہ نماز پڑھاتے رہے -

مرض کو شدت پکڑتے دیکھ کر لوگون نے کہا "کسی طبیب کو بلوائیے" فرمایا "طبیب آیا اور کہتا ہے کہ مین جو چاہونگا کرونگا" لوگ آپ کا مافی الضمیر سمجھ کے خاموش ہو رہے - آخر ۲۲ - جمادی الاخری کو ۱۳ھ مین سہ شنبہ کے روز ۶۳ سال کی عمر مین آپ نے فردوس برین کی راہ لی - بعض راویان حدیث کہتے ہین کہ ایک سال پیشتر کسی یہودی نے آپ کو خطلے یا حریرے مین ملا کر زہر دیا تھا - آپ نے اور مشہور طبیب عرب حارث بن کلدہ نے اُس زہریلی غذا کو ایک ہی ساتھ کھایا تھا - حارث نے کھاتے کھاتے ہاتھ روک لیا اور کہا "ہمین ایسا زہر دیا گیا ہے جو ایک سال بعد جان لے گا" اور یہی ہوا - سال پورا ہوتے ہی آپ اور حارث دونون نے ایک ہی دن انتقال فرمایا -

حضرت عبد اللہ بن عمر فرماتے ہین سچ یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق کو اُن کے حبیب صادق اور یار غار حضور سرور عالم کی مفارقت کے صدمے نے اراسکی خلش

ہر گھڑی دل میں موجود رہتی۔ کسی کی تعزیت کو جاتے تو کہتے "رسول اللہ صلعم کی وفات یاد کرو۔ جس سے بڑا کوئی صدمہ نہیں ہو سکتا۔"

وفات سے پہلے وصیت کر دی تھی کہ میری بیوی اسما بنت عمیس اور میرا بیٹا عبدالرحمٰن میری میت کو غسل دیں۔ اور کفن کے بارے میں جو رسول اللہ صلعم نے فرمایا تھا وہی آپ نے بھی بتایا کہ "میرے دو پہننے کے کپڑے مجھے پہنا دیے جائیں۔ اور ایک تیسرا کپڑا مول لے لیا جائے۔" پھر ارشاد ہوا "کپڑے کی ضرورت مردے سے زیادہ زندے کو ہے۔ مردے کو جو کپڑے دیے جاتے ہیں وہ تو خراب اور ضائع ہونے کے لیے ہیں۔"

ان وصیتوں پر جب عمل ہو چکا۔ اور آپ نہلائے اور کفنائے جا چکے تو اسی تخت میں رکھ کے اٹھائے گئے جس میں حضرت رسول خدا صلعم اٹھائے گئے تھے۔ مسجد نبوی میں حضرت عمر فاروق نے جنازے کی نماز پڑھائی۔ اور رات کے وقت آغوش لحد کے سپرد کیے گئے۔ قبر میں اتارنے کے لیے آپ کے فرزند عبدالرحمٰن۔ حضرت عمر۔ حضرت عثمان اور حضرت طلحہ اترے۔ یوں آپ حجرۂ عائشہ میں حضرت رسول خدا صلعم کے پہلو میں لٹا دیے گئے۔ تاکہ قیامت کو اپنے ہادی و رہبر اور اپنے دین و دنیا کے رفیق و انیس کے ساتھ ہی اٹھ کھڑے ہوں۔ وفور ادب سے آپ کی قبر ذرا نیچے ہٹا دی گئی۔ اور آپ کا سر حضرت رسالت کے دوش مبارک کے برابر رکھا گیا۔ ابتدا آپ کی تربت پاک جناب رسول اللہ صلعم کی تربت انور و اطہر سے ذرا نیچے ہٹی ہوئی ہے۔ پھر ویسی ہی تربت بنائی گئی جیسی کہ رسول اللہ صلعم کی تھی اور دونوں قبریں باہم ملا کر ایک چبوترا بنا دیا گیا۔

حضرت صدیق کا حلیۂ مبارک یہ تھا کہ گورا رنگ۔ خوش رُو اور خوبصورت۔ آنکھیں اندر دھنسی ہوئی۔ رخسارے پچکے۔ دُبلا کتابی چہرہ۔ نچھلے تنگ۔ اور پانسہ ذرا پھیلا ہوا۔ بالوں میں آپ مہندی اور وسمے کا خضاب فرماتے تھے۔

بیویوں اور اولاد کی کیفیت یہ ہے کہ عہد جاہلیت میں سب سے پہلے آپ نے قتیلہ بنت عبدالعزیٰ سے عقد کیا تھا۔ انکے بطن سے دو بچے یعنی عبداللہ اور اسما پیدا ہوئے۔ جاہلیت ہی میں دوسرا نکاح حضرت ام رومان سے کیا۔ انکے بطن

سے بھی دو بھائی بہن عبدالرحمٰن اور ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ پیدا ہوئے۔
بعد ازاں عہد اسلام مین آپ نے حضرت جعفر طیار کی بیوہ اسما بنت عمیس سے عقد کیا۔ انکے بطن سے اکیلے محمد بن ابی بکر پیدا ہوئے۔ پھر سب کے بعد آپ نے ایک انصار خاتون حبیبہ بنت خارجہ سے نکاح کیا۔ اُن کے بطن سے آپ کی وفات کے بعد ایک صاحبزادی پیدا ہوئین جن کا نام اُم کلثوم رکھا گیا۔

دنیا سے رخصت ہوتے وقت آپ نے دنیائے اسلام پر جو سب سے بڑا احسان فرمایا یہ تھا کہ حضرت عمر فاروق کو اپنا جانشین منتخب فرما گئے۔ حضرت عمر کی نسبت عام خیال یہ تھا کہ نہایت سخت اور درشت مزاج بزرگ ہین۔ اس شبہے کے دور کرنے کے لیے آپ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کو بلا بھیجا۔ اور پوچھا "عمر فاروق کی نسبت آپ کا کیا خیال ہے؟ اور بتائیے وہ کیسے آدمی ہیں؟" اُنھون نے کہا "اُنکی نسبت آپ جو بہتر سے بہتر رائے قائم کر سکین اُس سے بھی وہ اچھے ہین۔ مگر ان مین ذرا سختی و درشتی ہے"۔ سن کر فرمایا "بے شک ہے۔ مگر اس کا سبب یہ تھا کہ مجھ کو نرم پاتے تھے۔ لیکن جب عنان حکومت خود اُنکے ہاتھ مین ہوگی تو اس سختی کا بہت کچھ حصہ جاتا رہے گا۔ مین برابر اُن کی حالت کا اندازہ کرتا رہا ہون جس کسی پر مین غصہ کرتا اُسکے حق مین اُنھین نرم پاتا۔ اور جس کے ساتھ مین نرمی کرتا اُس کے معاملے مین اُنھیں سخت پاتا"۔

اس کے بعد آپ نے حضرت عثمان کو بلایا اور اُن سے بھی یہی سوال کیا۔ اُنھون نے فرمایا "عمر کا باطن اُنکے ظاہر سے اچھا ہے۔ اور ہم مین اُن کا سا ایک شخص بھی نہین ہے"۔ دونون صاحبون سے یہ اطمینان بخش جواب پاکر آپ نے اُن سے فرمایا "لیکن ابھی اس گفتگو کو کسی اور پر ظاہر نہ کیجیے گا"۔ لیکن چونکہ حضرت عمر مسجد نبوی مین نماز پڑھا رہے تھے اس لیے صحابہ مین شہرت ہوگئی کہ "حضرت صدیق اپنی جانشینی کے لیے حضرت عمر کو نامزد فرمانا چاہتے ہین"۔

چنانچہ حضرت طلحہ عیادت کو آئے تو آتے ہی کہنے لگے "آپ نے عمر کو اپنا جانشین قرار دیا ہے۔ آپ کے سامنے ہی لوگون کے ساتھ اُن کا جو برتاؤ ہے ظاہر ہے جب خود مختار ہو جائین گے تو کیا کچھ نہ کرین گے؟ آپ اسوقت خدا کے پاس جا رہے ہین۔

اُس نے اگر پوچھا کہ آپ رعایا کو کس کے سپرد کر آئے تو کیا جواب دیں گے؟" یہ اندازِ گفتگو دیکھ کر حضرت صدیق کو طیش سا آگیا۔ تیمارداروں سے کہا "مجھے اُٹھا کے بٹھاؤ"۔ اور جب بٹھائے جا چکے تو طلحہ کی طرف دیکھ کر فرمایا "مجھے آپ خدا کا خوف دلاتے ہیں؟ سُنیے۔ خدا سے کہوں گا کہ میں اُس شخص کو اپنا جانشین مقرر کر آیا ہوں جو تیرے لوگوں میں سب سے زیادہ نیک ہے"۔

بعد ازاں حضرت عثمان کو بُلوا کر یہ وصیت نامہ لکھوانا شروع کیا: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ ابوبکر کی یادداشت ہے تمام مسلمانوں کے نام۔ اما بعد ——— " اتنا ہی لکھوانے پائے تھے کہ ناتوانی کا غلبہ ہوا۔ اور بیہوش ہو گئے۔ حضرت عثمان نے یہ حالت دیکھی تو بے بتائے لکھ لیا کہ " اما بعد۔ میں نے تمہاری حکومت کے لیے عمر بن الخطاب کو اپنا جانشین مقرر کیا"۔ گھڑی بھر کے بعد حضرت صدیق کی آنکھ کھلی تو پوچھا کیا لکھا؟ حضرت ذی النورین نے جو الفاظ لکھے تھے سُنا دیے۔ سُن کر خوش ہوئے۔ اور جوشِ مسرت میں فرمایا " اللہ اکبر"۔ پھر حضرت عثمان کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا " غالباً تمہیں اندیشہ ہو گا کہ اسی غفلت میں میرا دم نکل گیا تو لوگوں میں اختلاف پڑ جائے گا؟" عرض کیا " جی ہاں"۔ فرمایا " خدا سے، اسلام سے اور اہل اسلام سے تمہیں جزائے خیر ملے"۔

جب یہ وصیت نامہ مکمل ہو چکا تو فرمایا کہ باہر لیجا کر مجمع عام میں سُنا دیا جائے۔ اس غرض سے لوگ مسجد نبوی میں جمع کیے گئے۔ اور آپ کا ایک غلام اس وصیت نامے کو لیکر آیا کہ پڑھ کے سُنائے۔ حضرت عمر اس غلام کے ساتھ تھے۔ لوگوں کو شور و غل کرتے دیکھ کر بہ آواز بلند کہا " خاموش۔ خلیفۂ رسول اللہ کا فرمان سُن لو"۔ سب لوگ خاموش ہو گئے۔ وہ تحریر سُنائی گئی۔ اور سب نے ہر طرف سے نعرے بلند کیے کہ " ہمیں بسر و چشم قبول ہے"۔

اس موقع پر خود حضرت صدیق نے بھی اپنے مکان سے سر نکال کے پوچھا جس شخص کو میں نے اپنا جانشین کیا ہے اُس سے تم سب راضی ہو؟ یاد رہے کہ میں نے اپنے کسی عزیز کو نہیں منتخب کیا ہے۔ بلکہ عمر کو منتخب کیا ہے۔ تم سب اُنکے حکم کو سنو۔ اور اُن کی اطاعت کرو"۔ سب نے بہ اعلان کہا " ہم نے سنا اور مانا"۔

اس کارروائی کے بعد حضرت صدیق نے جناب فاروق کو بُلا کے انھیں اطلاع

فرمائی کہ ’’صحابہ رسول اللہ صلعم پر حکومت کرنے کے لیے مین نے تمھین اپنا جانشین مقرر کیا ہے۔‘‘ پھر انھین نصیحتین فرمانے لگے کہ ’’عمر کیا تم نہین دیکھتے کہ قرآن مجید مین نرمی کی آیتون کے ساتھ ہی ساتھ سختی کی آیتین اور سختی کی آیتون کے ساتھ ساتھ نرمی کی آیتین نازل ہوئی ہین۔ یہ کیون؟ اس لیے کہ مومن مین ذوق وشوق بھی رہے اور خوف وبیم بھی۔‘‘

یہ نصیحتین اپنا پورا کام کر گئین۔ حضرت عمر مین ان پر عمل کرنے کا خیال پیدا ہوا۔ اور مسلمانون کے سامنے انھون نے کھڑے ہو کر جو پہلی تقریر فرمائی اس مین یہ دعائیہ الفاظ موجود تھے کہ ’’خداوندا۔ مین سخت ہون مجھے نرم بنا دے۔‘‘ بعد ازان عہد فاروقی مین جب مسلمانون نے ان کی طبیعت وفطرت مین یہ انقلاب دیکھا کہ وہی بزرگ جو عہد رسالت مین ہر شخص کی ادنیٰ لغزش پر اس کا سر اڑانے کو تیار ہو جاتے۔ اور عہد صدیقی مین ایک ادنیٰ بدگمانی پر خالد بن ولید کی جان لینے کے درپے تھے اب ایسے رقیق القلب فروتن اور نرم دل ہین کہ بات بات پر رونا آتا ہے۔ ایک بڑھیا ڈانٹتی ڈپٹتی ہے اور دب جاتے ہین۔ ایک معمولی مسلمان تلوار سے دھمکاتا ہے اور خوش ہوتے ہین تو سب متحیر اور حضرت صدیق کی نصیحت کے معجز نما اثر کے قائل تھے۔ اور جس شخص سے خوف کھاتے تھے اسی کو اپنے اور ساری امت محمدیہ کے حق مین رحمت الٰہی تصور کرتے تھے۔

یہ تھے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ۔ جن کی بابرکت ذات ملکوتی صفات۔ حسن تدبیر۔ حسن اخلاق۔ پیروی شرع۔ حمایت دین اور اشاعت اسلام کا عدیم المثال نمونہ تھی۔ اسلام انھین کی کوشش سے عرب مین قائم رہا اور ساری دنیا مین پھیلا۔ ہم جو ہندوستان مین اور ہمارے بھائی جو مشرق ومغرب مین آج توحید کا کلمہ پڑھ رہے ہین انھین کی برکت ہے جو قیامت تک قائم رہے گی۔ اور کسی طرح نہین بھول سکتی۔

اس موقع پر یہ بتانے کی ضرورت معلوم ہوتی ہے کہ عہد صحابہ سے لے کے آخر عہد تابعین تک تمام اکابر امت اور ائمہ سلف خصوصاً بزرگان اہلبیت نبوت نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی نسبت کیا خیالات ظاہر فرمائے۔ تاکہ بخوبی روشن ہو جائے کہ دنیا ہمیشہ آپ کو کس ادب واحترام کی

نظر سے دیکھتی رہی۔ خود حضرت رسالت نے آپ کی نسبت جو کچھ ارشاد فرمایا وہ آپ کے فضائل مین داخل ہے۔ اور تھوڑا بہت اس مین سے بیان بھی کیا جا چکا۔

حضرت عبداللہ بن عباس جو ارکان بنی ہاشم مین سے تھے۔ اور بالاتفاق قرآن مجید کے سب سے پہلے مفسر تسلیم کیے گئے ہین قرآن مجید کی آیہ کریمہ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنجِيلِ كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطْأَهُ فَآزَرَهُ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوَىٰ۔ (مثال اُن کی انجیل مین مثل کھیتی کے ہے کہ اپنا انکھوا نکال۔ پھر اس مین تیبان نکلین۔ پھر اسکی پیڑی موٹی ہوئی۔ بعدازان وہ قائم ہو گئی۔) کی تفسیر مین فرماتے ہین کھیتی سے مراد رسول خدا صلعم ہین۔ انکھوے سے مراد ابوبکر صدیق ہین۔ تیبان نکلنے سے مراد عمر فاروق ہین۔ پیڑی کے موٹے ہونے سے مراد عثمان ذوالنورین ہین۔ اور قائم ہونے سے مراد علی مرتضی ہین۔

اس سے بھی بڑھ کے یہ ہے کہ حضرت اُبی بن کعب فرماتے ہین مین نے بارگاہ رسالت مین سورۂ والعصر پڑھی۔ اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہون اس سورت کی تفسیر ارشاد ہو۔ فرمایا "وَالْعَصْرِ تو اللہ جل شانہ کی قسم ہے جس مین وہ پروردگار عالم آخر روز کی قسم کھا کے فرماتا ہے۔ إِنَّ الْإِنسَانَ لَفِي خُسْرٍ مراد اس سے ابوجہل بن ہشام ہے۔ پھر فرمایا "إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا" اس سے مراد ابوبکر ہین۔ بعدازان ارشاد ہوا "وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ" اس سے عمر مراد ہین۔ پھر کہا "وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ" اس سے مراد علی ہین۔

خود حضرت علی نے ایک بار اپنے ایک طولانی خطبے کے آخر مین ارشاد فرمایا "جان لو کہ تمھارے نبی کے بعد عام آدمیون سے افضل ابوبکر صدیق ہین پھر عمر فاروق پھر عثمان ذی النورین۔ اور اُن کے بعد مین"

لوگون نے ایک بار حضرت صدیق کے بارے مین حضرت ابن عباس سے سوال کیا فرمایا "خدا اُن پر رحمت کرے۔ وہ تلاوت قرآن کرتے تھے۔ برائیون سے متنفر تھے۔ بُری باتون سے روکتے تھے۔ اچھی باتون کا حکم فرماتے تھے۔ خدا پر بھروسہ کرکے ہر مصیبت مین صبر کرتے تھے۔ بیہودہ امور سے بیزار تھے۔ راتون کو نمازین پڑھتے اور دنون مین روزے رکھتے۔ دین الہی کے عارف تھے۔ اور خدا سے خائف۔ ناجائز امور کے تارک تھے۔ اور برائیون کے دشمن۔ پرہیزگاری و قناعت مین

انھین تمام صحابہ پر فوقیت حاصل تھی - اور یہی وہ بات تھی جو انکی سب سے بڑھ گئے -

نجندی نے اپنی اربعین مین روایت کی ہے کہ ایک بار لوگون نے حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے اصحاب رسالت کے متعلق سوال کیا فرمایا "ابو بکر صدیق کا دل مشاہدۂ ربوبیت کے انوار سے لبریز تھا - اور خدا کے ساتھ کسی اور چیز پر اُن کی نظر ہی نہ پڑتی تھی - اور اسی وجہ سے اُن کی زبان پر اکثر کلمۂ لا الہ الا اللہ جاری رہتا - عمر فاروق عظمت باری تعالیٰ کے مقابل تمام ماسوی اللہ کو حقیر و ذلیل دیکھتے - اور بجز خدا کے دوسرے کی تعظیم جائز نہ سمجھتے اسی وجہ سے اُن کی زبان پر کلمۂ اللہ اکبر جاری رہتا - عثمان بن عفان ہر ماسوا اللہ چیز کو معیوب پاتے - اس لیے کہ وہ فنا پذیر ہے - اور بجز خدا کی تنزیہ و تقدیس کے اُنھین کسی بات کا خیال ہی نہ آتا - اور اسی لیے اُن کی زبان پر جاری تھا سبحان اللہ - اور علی بن ابی طالب عالم ہستی کی ہر شے کے ظہور کو خدا سے اور اُسکی ہستی کو خدا کی ذات سے وابستہ دیکھتے اور سب کا مرجع و ماویٰ اُسی کی ذات کو جانتے - اسی وجہ سے اُن کی زبان پر رہتا - الحمد للہ -

حضرت زین العابدین علی بن حسین رضی اللہ عنہ اہل عراق کیطرف متوجہ ہو کر فرمایا کرتے "اے اہل عراق ہم سے محبت کرو تو وہ جو اسلامی محبت ہے - خدا کی قسم تم نے ہماری محبت کو مغشوش کر دیا - اس لیے کہ ابو بکر و عمر سے بغض رکھنے لگے"

ابن ابی حفصہ نے حضرت زین العابدین کے فرزند جناب محمد باقر سے ابو بکر و عمر کی نسبت سوال کیا ارشاد ہوا "دونون عادل امام تھے - انھین دوست رکھ - اور اُن کے دشمنون کو دشمن جان" ابن ابی حفصہ کہتا ہے "پھر مین نے یہی سوال جناب باقر کے فرزند حضرت جعفر صادق کی خدمت مین حاضر ہو کے کیا فرمایا "کیا ابو بکر صدیق میرے نانا نہ تھے - مجھے اپنے دادا محمد صلعم کی شفاعت نہ نصیب ہو اگر مین اپنے دادا اور نانا دونون سے

محبت رکھتے ہیں اور اُن کے دشمنوں سے بیزار [illegible]"

حضرت جعفر صادق رضی اللہ کی والدہ ماجدہ اُم فروہ بنت قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق تھیں چنانچہ اسی بنا پر آپ اکثر اس پر کہ حضرت صدیق اکبر آپ کے نانا تھے فخر فرمایا کرتے تھے۔

حضرت محمد باقر رضی اللہ عنہ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ "جو ابو بکر و عمر کی فضیلت نہ جانتا ہو وہ سنت نبوی سے جاہل ہے"

ایک اور مرتبہ لوگوں نے حضرت محمد باقر سے پوچھا "ابو بکر و عمر کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں" ارشاد ہوا "اُن کو میں دوست رکھتا ہوں اُن کے لیے دعاے مغفرت کرتا ہوں اور اپنے تمام اہلبیت میں سے میں نے کسی کو بھی نہ پایا جو اُن کو دوست نہ جانتا ہو" چنانچہ ایک مرتبہ آپ کے سامنے بعض لوگوں کی نسبت کہا گیا کہ وہ ابو بکر کو برا کہتے ہیں فرمایا وہ لوگ دین سے خارج ہو گئے"

انھیں حضرت سے یہ بھی مروی ہے کہ ارشاد ہوا "جس کسی نے ان دونوں بزرگوں (ابو بکر و عمر) کے ساتھ بغض رکھا [illegible] ابو بکر و عمر کا بغض منافقت ہے۔ اور انصار کا بغض بھی منافقت ہے بنی ہاشم کے درمیان اور بنی عدی (حضرت عمر کے قبیلے) اور بنی تیم (حضرت صدیق کے قبیلے) کے درمیان جاہلیت میں رنجش تھی جب سب مسلمان ہوے تو آپس میں دوست بن گئے۔ اور خدا نے عناد کو اُن کے دلوں سے نکال دیا۔ یہان تک کہ ایک دن حضرت ابو بکر کے زیر ناف درد اُٹھا تو حضرت علی اپنا ہاتھ گرم کر کے مقام ماؤف پر پھیرتے اور اسکو سینکتے تھے چنانچہ آیۂ کریمہ وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِم مِّنْ غِلٍّ إِخْوَانًا عَلَىٰ سُرُرٍ مُّتَقَابِلِينَ [illegible] نکال دی ہم نے وہ کھوٹ جو دلوں میں تھی بھائی بھائی ہیں۔ اور تختوں پر ایک دوسرے کے مقابل بیٹھے ہیں) انھیں بزرگوں کے بارے میں نازل ہوئی۔

حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ عہد رسالت میں ابو بکر کے اہل و عیال محمد صلعم کے اہل و عیال میں شامل سمجھے جاتے تھے۔ چنانچہ فتح خیبر کے وقت رسول اللہ صلعم نے وہاں کی کھجوریں اور کشمش مہاجرین و انصار میں تقسیم فرمائیں اور غلہ یعنی گیہون اور جو صرف بنی ہاشم کو دیے۔ اور انھیں کے ساتھ غلے میں سے ابو بکر کو بھی دیا۔ اور غلے میں بجز اُن کے اور کوئی نہیں شریک کیا گیا"

حضرت ابو بکر و عمر کی نسبت جناب موسی کاظم سے سوال کیا گیا تو فرمایا "ابو بکر میرے دادا ہیں۔ اور عمر میری بیوی کے دادا۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ میں اپنے دادا [illegible]

بیوی کے دادا سے ناراض ہوں گا؟"

حضرت زین العابدین کے دوسرے فرزند جناب زید شہید اکثر فرمایا کرتے
"ابو بکر و عمر سے بیزاری ظاہر کرنا خود حضرت علی سے بیزاری کا اظہار ہے"

ائمۂ اہلبیت کے یہ اقوال ہم نے کتاب "الریاض النضرہ" سے لیے ہیں جو اہلسنت کی نہایت مستند اور قدیم کتاب ہے۔ یہی اور اسی قسم کے بہت اقوال شیعوں کی کتب حدیث میں بھی موجود ہیں۔ مگر افسوس اُن کی نسبت علمائے شیعہ کا یہ بیان ہے کہ حضرات بزرگان اہل بیت نے تقیہ کی حالت میں ارشاد فرمایا۔

یہ تھی حضرت صدیق اکبر کی ذات ملکوتی صفات۔ اور یہ ہیں دین اسلام اور امت محمدی پر اُن کے احسانات جو رہتی دنیا تک قائم و برقرار رہیں گے۔

مگر دنیا تو کتنی بڑی کافر نعمت اور ناسپاس ناشکر اور محسن آزار ہے کہ ایسے قدسی صفات بزرگ کو بھی لوگ بُرا کہتے اور گالیاں دیتے ہیں افسوس یہ نفوس قدسیہ اس قابل تھے؟ اور علاوہ کلمہ استاد اشاعت دین کا عام مسلمانوں سے یہی طرز چاہیے تھا؟"

قیل ان الالہ ذو ولد	قیل ان الرسول قد کہنا
ما نجی اللہ والرسول معًا	من لسان الوری فکیف انا؟

یعنی لوگوں نے خدا کو تہمت لگائی کہ اس کے بیٹا ہے۔ رسول کے بارے میں کہا کہ وہ کاہن و ساحر ہیں خلقت کی زبان سے جب خدا و رسول بھی نہ بچ سکے تو پھر کسی کی کیا ہستی ہے؟"